قال اللہ تعالیٰ

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

تکملہ

الاعتدال فی مراتب الرجال

جس میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ
اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ
کے وہ ارشادات جمع کئے گئے ہیں جو آپس کے اکرام واحترام
اور عقیدت و محبت سے متعلق ہیں،

جسے مؤلف الاعتدال برکۃ العصر حجۃ الخلف زبدۃ السلف
حضرت شیخ الحدیث مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب
کے حکم سے

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

نے تالیف کیا

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷ بہادر آباد — کراچی ۱۹

تقریب

از برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت فیوضہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اس ناکارہ نے لیگ اور کانگریس کے اختلاف کے زور کے زمانے میں ایک رسالہ بنام "الاعتدال فی مراتب الرجال" ۱۳۵۷ھ میں لکھا تھا جیساکہ اس کی تمہید میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ اشاعت کے لئے نہیں تھا، بلکہ اس زمانے میں شیخین مرحومین کے خدام کی طرف سے جو مجھ سے بھی خصوصی تعلق رکھنے والے تھے زبانی اور خطوط کی بھرمار ہوتی تھی، تفصیلی جواب ہر شخص کو لکھنا مشکل تھا، اس لئے میں نے اُن سوالات میں سے چند اہم کو تجویز کر کے ایک رسالہ کی صورت میں لکھا تھا، اور خیال یہ تھا کہ ان دونوں اکابر کے احباب جو مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، اُن کو دکھایا کروں گا، اور یہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ اس پر عمل بھی ہوتا رہا،

اتفاق سے حضرت اقدس رائے پوریؒ اور میرے چچا جانؒ کو اطلاع

ہوگئی، انھوں نے بڑی شدت سے اصرار کیا اور طباعت پر مجبور کیا، جیسا کہ مولوی نصیر صاحب نے تمہید میں لکھا ہے، میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب اس کی طباعت کے بعد اس کے مفید ہونے کے سینکڑوں خطوط بلکہ ہزاروں پہونچے ہوں گے، بہت سے احباب نے بڑی مقدار میں مجھ سے خریدنے کا ارادہ کیا، میں اُن کو مشورہ دیتا تھا کہ اتنی رقم میں تو تم ایکہزار خود طبع کرلوگے، گو یہ مشورہ میرے کتب خانہ کے ناظم مولوی نصیر الدین کو ناگوار ہوتا تھا، مگر اس طرح اس کی طباعت بہت سی جگہ شروع ہوگئی، مجھے خیال ہوتا تھا کہ ان دونوں شیخین کے آپس کے تعلقات کا تذکرہ بھی ضرور ہونا چاہیئے تھا، جس سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ان حضرات کا یہ اختلاف مشاجراتِ صحابہؓ کی طرح اخلاص پر مبنی تھا، نفسانیت کی وجہ سے نہ تھا، دو برس سے بعض افریقی احباب کا اصرار ہے کہ وہ اس کو انگریزی میں چھاپیں اور اُن اکابر کے ناموں کو نکال دیں، اس کو تو میں نے سختی سے منع کردیا، مگر ان دونوں حضرات کے آپس کے تعلقات کا اضافہ تکملہ کے طور پر کرنے کا خیال پھر پیدا ہوا، جس سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ہر دو شیخ حضراتِ صحابہؓ کا نمونہ تھے، کہ آپس کے انتہائی تعلقات کے باوجود اپنے اپنے مسلک میں نہایت متشدد تھے، تاکہ بعد میں آنیوالوں کو جو کسی بزرگ کے خلفاء سے تعلق رکھتے ہوں دوسرے شیخ کی شان میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کا کلمہ نہ نکالیں،

مگر میں اپنے امراض کی وجہ سے دو سال تک سوچتا ہی رہا، اتفاق

سے اس وقت میرے مخلص دوست مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدرس مدرسہ دارالعلوم کراچی، مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، میں نے ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے، انھوں نے میری خواہش پر رسالہ لکھنا شروع کر دیا، اللہ مدد فرمائے اور توفیق عطاء فرمائے، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکّلت والیہ انیب،

(حضرت الشیخ مولانا) محمد زکریا (دام ظلہم)
الحرم النبویؐ، ساعت احدیٰ عشر قبل المغرب
۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آغازِ کتاب

یہ کتابچہ چار فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے،

فصل اول میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے وہ کلمات طیبات جمع کیے گئے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہیں،

فصل دوم میں وہ ملفوظات اور مکتوبات جمع کیے گئے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے متعلق ارشاد فرمائے یا احباب کو تحریراً لکھ کر بھیجے،

فصل سوم میں مدیر "صدق" جناب عبدالماجد صاحب دریابادی اور مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی کی بیعت کا واقعہ اور اس کے بعد کے حالات اور حضرات شیخین رح کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکرام و احترام سے ملنا اور مکتوبات میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ فرمانا مذکور ہے،

فصل چہارم میں رسالہ "شق الغین عن حق علی وحسین رض" مؤلفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ پورا نقل کردیا گیا ہے، اور حاشیہ میں مندرجہ آیات واحادیث وغیرہ کا ترجمہ لکھدیا گیا ہے،

اس کے بعد خاتمۃ الرسالہ کا عنوان قائم کرکے قارئینِ کرام کی خدمت میں بطور خلاصہ کچھ معروضات پیش کردی گئی ہیں،

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؕ

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی بلندشہری

فصل اوّل

حضرت حکیم الامّت مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات وکلمات

حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں

- میں اپنی جماعت میں مولانا مدنیؒ کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں،
- میں اُن جیسی ہمّتِ مردانہ کہاں سے لاؤں ؟
- میں موصوف کو مخلص و متدیّن سمجھتا ہوں،
- ان سے کوئی کلمہ خلافِ حدود نہیں سُنا گیا،
- مجھے خیال نہ تھا کہ مولانا مدنیؒ سے مجھے اتنی محبت ہے،
- مولانا مدنیؒ میں مجاہدہ اور تواضع بدرجۂ اتم موجود ہیں،
- حضرت مدنیؒ کو دیکھ کر تسلی ہو گئی کہ باطنی دنیا کی خدمت کے لئے موجود ہیں
- اُن کی مخالفت کرنے والوں کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے،

دار العلوم دیوبند کی صدارت حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے مشورہ سے عمل میں آئی،

۱۳۴۶ھ میں جبکہ دار العلوم دیوبند اندرونی انتشار کا شکار ہوگیا اور حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ صدر مدرس دار العلوم دیوبند (جو حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے بعد سے شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے رہے تھے) اور آپ کے رفقاء کے استعفےٰ کے باعث دار العلوم کے وجود ہی کو خطرہ پیدا ہوگیا تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ تھانویؒ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب (والد ماجد مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند) اور دیگر اراکین مجلسِ شوریٰ[۵] نے حضرت شیخ الاسلامؒ سے عہدۂ صدارتِ تدریس کو سنبھالنے

---

۵ تجویز مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند کا متن حسب ذیل ہے :-

حضرت مولانا مولوی حسین احمد کا تقرر بعہدۂ صدر مدرس بمشاہرہ ماھوار ۱۵۰ تاریخ کارکردگی سے مجلس شوریٰ کو منظور ہی، حضرت ممدوح کی اعلیٰ شخصیت اور علمی تبحر کے لحاظ سے مشاہرۂ مذکورہ بالکل نا قابل ہی، مگر حضرت ممدوح کی اخلاص نیت و خدمتِ دار العلوم کے جذبات سے ہم کو توقع ہے کہ حضرت ممدوح اس کو منظور فرماکر مجلسِ شوریٰ کو شکر گذاری کا موقع دیں گے، اور دار العلوم کی حالت پر اپنی توجہات اور اخلاقِ بزرگانہ سے نظرِ التفات فرماکر حسبتہً للہ پورے طور پر سنبھالنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ پر)

کے لئے اصرار کیا، اور آپ نے دار العلوم کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پیشکش کو چند شرائط[۱] کے ساتھ قبول فرمالیا، (شیخ الاسلام رح کے حیرت انگیز واقعات، مرتبہ مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی، ص ۲۶۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی کوشش فرمائیں گے، جیساکہ حضرت ممدوح کے استاذ بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ عمل تھا،

فقط اشرف علی ۲۰ رجب سنہ ۱۳۴۶

کمترین جمیل احمد، محمد مسعود احمد، محمد حسن مرادآبادی، محمد اشفاق، احقر محمد اسحٰق عفی عنہ، محمد عبدالرحمٰن، مظہر حسن بقلم خود،

[۱] حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے تقرر کے لئے ۹ شرائط پیش فرمائی تھیں مجلس شوریٰ نے ان سب کو تسلیم کرکے تقرر کی منظوری دیدی، اور تقرر کی تجویز پر اولین دستخط حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے کئے، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی شرائط اور مجلسِ شوریٰ دار العلوم کی تجویز بابت تقررِ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ "شیخ الاسلام کے چند نایاب وغیر مطبوعہ خطوط" طبع مکتبہ نعمانیہ دیوبند کے صفحہ ۳ تا صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی شرائط میں بالتصریح یہ مذکور ہے کہ "قومی اور ملکی خدمات کی انجام دہی اور سیاسی تحریکات کے اجراء میں کوئی رکاوٹ عمل میں نہ آئے، اور ماہوار ایک ہفتہ تک مجھ کو اجازت ہو کہ قومی تحریکات میں بلاطلبِ اجازت صرف کرسکوں،" حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سیاسی تحریکات (یعنی مسلم اور غیر مسلم ایک جماعت بنکر آزادیِ وطن کے لئے کام کرنے) کے مخالف تھے، اور یہ اختلاف

(باقی بر صفحہ آئندہ)

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا ارشاد کہ :-

● میں اپنی جماعت میں مولانا حسین احمد کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں ● اور میں اُن جیسی ہمتِ مردانہ کہاں سے لاؤں ● اور میں مولانا حسین احمد کو اُن کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدیّن سمجھتا ہوں؛

حضرت مولانا الحاج القاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"آپ کی اس مجاہدانہ روش اور دین کے عملی شعبوں میں انتھک دوڑ کے بارے میں میں نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے زمانہ ہی سے تھا، اس اختلاف کے باوجود حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کی صدر مدرسی برائے دارالعلوم دیوبند تجویز فرمائی، اور مجلس شوریٰ کی منظور کردہ تجویز کے متن میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کیلئے بلند کلمات تحریر فرمائے ۱۲ مرتب عفا اللہ عنہ

قدس سرہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں اپنی جماعت میں مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حُسنِ تدبّر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں،

ایک موقعہ پر حضرت ممدوح (مولانا تھانوی) علیہ الرحمۃ کی مجلسِ خیر و برکت میں تحریکاتِ وقت کا ذکر چھڑا، ایک صاحب نے حضرت مدنی کے کسی مجاہدانہ عمل کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس پر عمل نہیں؟ فرمایا: بھائی میں ان جیسی (مولانا مدنی جیسی) ہمتِ مردانہ کہاں سے لاؤں؟

مجھ سے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: کہ میں مولانا حسین احمد صاحب کو ان کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدیّن جانتا ہوں، البتہ مجھے ان سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے، اگر وہ حجت رفع ہو جائے تو میں اُن کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔" (مقدمہ مکتوباتِ شیخ الاسلام، جلد اول ص ۲ و ۳، از مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ)

مجھے معلوم نہ تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے،

مولانا مدنی کی اسارت کی خبر پر حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ نے رنج و حزن کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔ "مجھے خیال نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے،" اور جب حضار مجلس میں سے کسی خادم نے یہ عرض کیا کہ مولانا مدنی تو اپنی خوشی سے گرفتار ہوئے

تو حضرت نے فرمایا آپ مجھے اس جملہ سے تسلی دینا چاہتے ہیں، کیا حضرتِ حسینؓ یزید کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے؟ مگر آج تک کون ایسا شخص ہوگا جسکو اس حادثہ سے رنج نہ ہوا ہو!" (روایت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی زید مجدہم، "شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ ۳۰)

مولانا حسین احمد سے کوئی کلمہ خلافِ حد نہیں سنا گیا

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:-
"مولوی حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں، باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلاف حد اُن سے نہیں سُنا گیا"،
(الکلام الحسن حصہ اوّل، ص ۳۲، طبع تھانہ بھون، ملفوظ ۱۰۷)

کتاب الحیلۃ الناجزہ کی تدوین اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا مشورہ اور تعاون پھر اُس پر حضرت حکیم الامتؒ کا شکریہ ادا فرمانا

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو مسلمانوں کے حالات پر بہت گہری نظر تھی، اصلاحی تدابیر کے ساتھ امتِ مرحومہ کے لئے آسانیاں فراہم

کرنے کی صورتیں بھی سوچتے رہتے تھے، غیر منقسم ہندوستان میں جنوبی ہند کے بعض علاقوں کے علاوہ تقریبًا سارے ہی ملک میں حنفی مسلک کے مسلمان آباد ہیں، حنفی مسلک کی رُو سے مفقود الخبر کی بیوی کو مدتِ مدیدہ گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہوتی ہے، چونکہ اس میں بہت مشقت ہے، اور دَورِ حاضر کی عورتیں اسے برداشت نہیں کر سکتی ہیں، اس لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس مسئلہ میں مالکی مذہب پر فتویٰ دینے کا ارادہ فرمایا، لیکن اصولی بات یہ ہے کہ مذہبِ غیر پر فتویٰ دینا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس کے اصول و فروع میں مہارت ہو، اور اس مذہب کے مفتیٰ بہ مسائل کا پتہ ہو،

لہٰذا حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے حرمین شریفین کے علمائے مالکیہ سے رجوع کیا، اور بار بار ان سے سوالات کئے، اور مفتیٰ بہ قول شرحِ صدر کے ساتھ سامنے آگیا تو مالکی مذہب پر فتویٰ دیا، کہ مفقود الخبر کی بیوی کو قاضی یا اس کے قائم مقام جماعتِ مسلمین چار سال کی مہلت دے، جس میں وہ شوہر کے آنے کا انتظار کرے، اس کے بعد قاضی سے حکم بالموت لے کر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی، اور بہت ہی مجبوری کی حالت میں قاضی ایک سال کی مہلت دے کر بھی طلاق واقع کر سکتا ہے، اور یہ حنفی مذہب سے خروج نہیں ہے، کیونکہ حالاتِ شدیدہ میں رجن کو صاحبِ تقویٰ مفتی ہی سمجھ سکتا ہے) چاروں مذہبوں سے کسی مذہب کے مطابق بعض مسائل میں فتویٰ دینا بھی مذہب میں داخل ہے،

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ چونکہ سالہا سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے تھے، اور آستانۂ نبوی پر برسہا برس درس دے چکے تھے، جو ہر مذہب و مسلک کے علماء میں مشہور ہو گیا تھا، اس لئے آپ کو حضرات علمائے مالکیہ سے بھی بہت تعلق تھا، لہٰذا مالکی مذہب کے اکابر سے فتاویٰ حاصل کرنے میں آپ نے بہت کام کئے، ہندوستان سے آپ کے واسطہ سے سوالات بھیجے جاتے تھے، اور مدینہ منوّرہ میں تقاضے کر کے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے برادر کلاں جناب مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسۃ العلوم الشرعیہ جوابات وصول کرتے تھے، جوابات تھانہ بھون آتے تھے، تو اُن پر غور و خوض کیا جاتا تھا،

مفقود الخبر کے بارے میں مالکی مذہب پر فتویٰ دینے کی بات تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ذہن میں آئی تھی، لیکن حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے توجہ دلائی، کہ غائب غیر مفقود، متعنت فی النفقہ، عنین وغیرہم سے چھٹکارہ کی سبیل بھی ہونی چاہئے، اور اس کو بھی شامل کیا جائے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، اور جس بارے میں مالکی مذہب کے مطابق فتویٰ دینے کی ضرورت محسوس کی گئی اس میں علمائے مالکیہ سے رجوع کر کے اسی کے مطابق فتویٰ دیا گیا، اور جہاں ضرورت نہ تھی وہاں حنفی مذہب کو لیا گیا،

کتاب کا اجمالی مسودہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا، پھر اس کی تفصیلی ترتیب مفتی اعظم ہند و پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

اور مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون نے کی، اور یہ سب کام حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں ہوا،

کتاب کا نام "الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ" رکھا گیا، دیباچہ کے ختم پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے مولانا سید احمد صاحب بانی مدرسۃ العلوم الشرعیۃ مدینہ منورہ اور اُن کے برادرِ خورد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہما کا کھلے دل سے شکریہ ادا کیا ہے جو ذیل میں درج ہے:-

"آخر میں بغرضِ طلبِ دعاء عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علمائے مالکیہ سے فتاوی حاصل کرنے میں بہت مدد فرمائی ہے، بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیقِ احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں، نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علمائے مالکی سے حصولِ فتاوی میں سعی بلیغ فرمائی، اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے" اشرف علی، اوائل ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ،

(دیباچہ الحیلۃ الناجزہ صفحہ ۴، طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

(نوٹ) واضح رہے کہ کوئی صاحب ان سطور کو دیکھ کر مفقود الخبر وغیرہ کے بارے میں کسی مقدمہ میں کوئی فیصلہ صادر نہ فرما دیں، اس کے لئے اصل کتاب "الحیلۃ الناجزہ" کی طرف رجوع کر کے حدود و قیود اور شرائط کا لحاظ کرنا لازم ہے ۱۲ منہ

مولانا مدنیؒ میں مجاہدہ اور تواضع بدرجۂ اَتم موجود ہیں

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جو مولانا تھانویؒ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت تھانویؒ نے حضرت مدنیؒ کے متعلق میرے سامنے فرمایا کہ ہمارے اکابرِ دیوبند کے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں، چنانچہ شیخ مدنی کے دوؔ خداداد خصوصی کمال ہیں، جو اُن میں بدرجۂ اتم موجود ہیں، ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے، دوسرے تواضع، چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود (اپنے) آپ کو کچھ نہیں سمجھتے"۔ (شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات، ص ۲۱۲، حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم صفحہ ۱۷۲)

کن حضرات سے بیعت ہونا چاہئے؟
حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا جواب؟

عبدالماجد صاحب دریابادی (حکیم الامت صفحہ ۲۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک خاص بات اب کی حاضری میں) یہ رہی کہ ایک مجلس میں مشائخ قابل بیعت کا ذکر آگیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کے خیال میں اس وقت کون کون صاحب اس کے اہل ہیں۔ فرمایا کہ کسی وقت پرچہ لکھ کر دیدوں گا، چنانچہ اسی دن ایک چھوٹے سے پرزہ پر یہ نو نام[1] اسی ترتیب.

---

[1] جن نو حضرات کے اسمائے گرامی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے لکھ کر دیئے تھے ان میں سے اس وقت صرف حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم بقید حیات ہیں اس فہرست میں چونکہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کا اسم گرامی بھی ہے اس لئے ہم نے یہ فہرست یہاں نقل کی ہے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے سیاسی اختلاف کے باوجود آپ کا اسم گرامی ان حضرات کی فہرست میں شامل فرمایا جن سے طالبین کو بیعت اور ارادت کا تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ فہرست میں جن حضرات کے اسمار گرامی مذکور ہیں ان میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری قدس اسرارہم کی شخصیتیں تو بہت ہی زیادہ معروف و مشہور ہیں ان کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں دیگر حضرات کا مختصر تعارف لکھتا ہوں۔ مولانا اللہ بخش صاحب بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں احقر نے حضرت مرشدی دامت برکاتہم سے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے آپ نے ۲ رجب ۱۳۵۲ھ کو وفات پائی۔ حافظ فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے،

سے لکھے ہوئے مرحمت ہوئے۔ (۱) مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری (۲) مولانا اللہ بخش بہاولنگر۔ ریاست بہاول پور (۳) مولانا محمد الیاس صاحب نظام الدین دہلی (۴) مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور (۵) حافظ فخر الدین اسٹیشن ماسٹر (۶) مولانا عاشق الٰہی میرٹھ کمبوہ دروازہ (۷) مولانا انور شاہ صاحب ڈابھیل سورت (۸) مولانا حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دیوبند (۹) مولانا اصغر حسین صاحب مدرس دار العلوم دیوبند۔

سالہا سال غازی آباد میں اسٹیشن ماسٹر رہے تقسیم ہند کے بعد دہلی میں قیام فرمالیا تھا مرکز نظام الدین دہلی اور میوات وغیرہ کے اجتماعات میں احقر نے حضرت موصوف کی بار بار زیارت کی ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بڑے اہتمام کیساتھ اجتماعات میں لیجاتے تھے۔ آپ روزانہ ایک قرآن مجید پڑھ کر مزید چند پارے پڑھ لیتے تھے ۲۵ شوال ۱۳۷۲ھ کی شب میں دہلی میں وفات پائی۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اولاً حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے پھر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا آپ بڑے مدبر منتظم اور ذکی تھے آخر حیات تک جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست رہے۔ اردو کے اچھے ادیب تھے۔ اوّل ترجمہ قرآن مجید سہل اور سلیس اردو میں لکھا اور حمائل کی صورت میں طبع کیا پھر دوسری کتابیں لکھیں۔ تاریخ اسلام۔ تبلیغ دین۔ ارشاد الملوک۔ تذکرۃ الرشید۔ تذکرۃ الخلیل، تبسیر ترجمہ ابر سنیرٖ، ڈاڑھی کی قدر و قیمت وغیرہا تالیفات آپکی یادگار ہیں۔ جمع الفوائد کا قلمی نسخہ شام سے لاکر پہلی بار موصوف ہی نے طبع فرمایا۔ اور اس کے ربع آخر کا ترجمہ لکھ کر شائع کیا ۵ رجب ۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے اور یکم شعبان ۱۳۶۰ھ کو میرٹھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے آپ کثیر التصانیف تھے مفصل حالات کے لئے ارشاد الملوک (طبع جدید) کا مقدمہ پڑھیے۔

فہرست میں آخری نام حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ دیوبند کے

حضرت مدنی کو دیکھکر تسلّی ہوگئی

مولانا عبدالجبّار صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رح کے ہیں، موصوف نے مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی سے جو خلیفہ حضرت تھانوی رح کے تھے، اور اختلاف میں بہت تیز تھے، کہا:۔

"شیخ الاسلام سے اس درجہ اختلاف نہ رکھیں، کیونکہ میں نے مفتی محمد حسن صاحب امرتسری سے سُنا ہے جو حضرت تھانوی رح کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حال میں میں نے حضرت مدنی کے ایک دو جواب مسائل سلوک میں پڑھے ہیں، جن کی وجہ سے سابقہ اختلاف سے رجوع کر چکا ہوں، کیونکہ باطنی دنیا میں حضرت مدنی کا مرتبہ اور مقام شہنشاہیت کا ہے، یہ سنکر مولانا عبدالمجید صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میں نے کئی بار حضرت تھانوی رح سے سُنا ہے کہ مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

سادات خاندان میں سے تھے۔ میاں صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مدرس حدیث تھے۔ فرائض میں بہت ماہر تھے۔ حیات شیخ الہند، معید الوارثین حاشیہ سراجی وغیرہا کتب یادگار چھوڑیں ۱۲ احقر مرتب عفا اللہ عنہ

باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے، مگر حضرت مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوگئی کہ یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی،،
(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد دوم، صفحہ ۱۷۲)
(شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ ۲۱۳)

اندیشہ ہے (فرمان حضرت تھانویؒ)

مولانا حسین احمد مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، (بروایت حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ)
(شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ ۲۱۲)

ــــــــ٭٭٭٭٭ــــــــ

فصل دوم

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے ارشادات اور کلماتِ طیبات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں

- حضرت تھانوی سے بہت زیادہ عقیدت ہے،
- مجدد ہونے کا اقرار،
- شریعت وطریقت میں ان کا قدم راسخ بتانا،
- فقہی مسائل میں اُن کا قول قابلِ اعتماد ہے،
- احمد رضا خاں بریلوی کی تہمت کا دفاع،
- اور دیگر ہدایات وارشادات،

میں حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا نہایت معتقد ہوں

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ دریابادی صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ تو حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کا نہایت معتقد اور ان کی تعظیم و احترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہے، ان کی قابلیت اور کمالات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جو کہ طفلِ دبستاں کو افلاطون سے ہو سکتی ہے، البتہ تحریکِ حاضرہ کے متعلق جو چیزیں وہاں سے شائع کرائی جاتی ہیں، اور جو کچھ وہاں کے متوسلین گاتے ہیں[۱] وہ نہایت دل خراش ہیں، میں مولانا کو اپنا مقتدیٰ اور اپنے اکابرین میں سمجھتا ہوں، ۱۵رشوال ۱۳۵۲ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۱۴۳ ج ۱)

مولانا تھانویؒ بیشک مجدّد تھے

مہمان خانہ میں کچھ لوگ حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب

---

[۱] مسلم لیگی ذہن کے وہ لوگ جو اختلاف کی شرعی حدود کو نہیں پہچانتے تھے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف کو آڑ بنا کر حضرت مدنی قدس سرہٗ اور دیگر اکابر جمعیت کے بارے میں جو ناگوار کلمات کہتے تھے اُن کی طرف اشارہ ہے ۱۲ مرتب

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے پر بحث کر رہے تھے، کچھ رائیں مخالف تھیں اور کچھ موافق، ایک صاحب نے مخالفت میں دلائل پیش کرتے ہوئے سخت بات کہدی، مجلس میں سامع کی حیثیت سے راقم الحروف بھی موجود تھا، اور بحمد اللہ مخالفت میں سخت بات سُن کر مجھے اذیت ہوئی، اسی دن بارہ بجے حضرت مدنیؒ جب درسِ بخاری سے فارغ ہو کر مدرسہ سے واپس آئے اور مکان کے اندر تشریف لے گئے تو میں نے پوری گفتگو نقل کر کے سوال کیا کہ حضرت! کیا حکیم الامتؒ میں شانِ مجددیت تھی؟

میرا سوال سُنکر حضرت نے انتہائی سنجیدگی سے اور وقار کے ساتھ جواب دیتے ہوئے فرمایا: "کہ بیشک وہ مجدد تھے، انھوں نے ایسے وقت میں دین کی خدمت کی جبکہ دین کو بہت احتیاج تھی"، مذکورہ بالا الفاظ مجھے اس طرح یاد ہیں جیسے ابھی سُنے ہوں (مولانا سید فریدؔ الوحیدی صاحب ابن برادر زادہ شیخ الاسلامؒ) (مکتوبات شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات' صفحہ ۱۶۲، از مولانا ابو الحسن صاحب بارہ بنکوی)

لہ حال میں سید فرید الوحیدی صاحب سے ملاقات ہوئی، تو یہ واقعہ احقر نے ان کی زبانی بھی سُنا، ۱۲ مرتب

سید فرید الوحیدی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے ، جناب سید وحید احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں اور آجکل جدہ میں مقیم ہیں، اور سعودی حکومت کے کسی محکمہ میں کام کرتے ہیں، یہ وحید احمد مرحوم وہی ہیں جو حضرت شیخ الاسلامؒ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں اسیر رہے، اور وہاں حضرت شیخ الہندؒ

(باقی برصفحہ آئندہ)

۲۵

حضرت مولانا تھانویؒ مولانا مدنیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور محب تھے، تصوف میں اُن کا قدم بہت راسخ تھا

یہ بالکل[۵۱] غلط ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کو مالٹا میں قید کرایا تھا، وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور محبین میں سے تھے، البتہ تحریکِ آزادی ہند میں ان کی رائے خلاف تھی، نہ انھوں نے کوئی مخبری کی، اور نہ اُن کو انگریزوں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے کی کبھی نوبت آئی، ہاں مولانا مرحوم کے بھائی محکمہ سی آئی ڈی میں بڑے عہدے دار اخیر تک رہے ان کا نام مظہر علی ہے، انھوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے علم حاصل کیا، انھوں نے ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں رمضان ۱۳۵۶ھ کی پہلی شب میں انتقال فرمایا، اُن کے والد مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے بڑے بھائی تھے ۱۲

۵۱ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے جس مکتوب گرامی کا یہ اقتباس ہے وہ ریاض احمد صاحب قاسمی لاہوری کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا، ریاض احمد صاحب نے دوسری باتوں کے ساتھ اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا، کیا یہ درست ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا و مقتدانا محمود حسن قدس سرہُ العزیز کو مالٹا میں قید کروایا تھا؟

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مشرکانہ عقائد ہرگز نہیں رکھتے تھے، بہت بڑے موحد خدا پرست تھے، تصوف میں اُن کا قدم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایک صاحب کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رح نے حضرت شیخ الہند رح قدس سرہ العزیز کے خلاف گورنمنٹ کے یہاں مخبری کی تھی، اور مولانا تھانوی رح سی آئی ڈی کا کام کرتے تھے، اور مشرکانہ عقائد رکھتے تھے، کیونکہ پیری مریدی کرتے تھے" نیز وہی صاحب کہتے ہیں، کہ حضرت مولانا مدنی رح مولانا تھانوی رح کو صحیح مسلمان نہیں سمجھتے تھے، اس لئے میں بھی مولانا تھانوی رح کو اچھا نہیں سمجھتا، میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان سوالات کے جوابات بالضرور تحریر فرمائینگے"

اختلاف رائے کے باوجود حضرت مدنی قدس سرہٗ نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے حق میں کیسے بلند الفاظ تحریر فرمائے، اور مخبری کے الزام میں کیسی صاف برات کا اظہار فرمایا، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو بہت بڑا عالم باعمل اور صوفی کامل بتایا، اور یہ بھی فرمایا کہ شریعت وطریقت میں ان کا قدم راسخ تھا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا سی آئی ڈی کے محکمہ میں ہونا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محقق تھا جس کو یقین کے انداز میں بیان فرمایا، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ انھوں نے مخبری کی تھی، بلکہ یوں تحریر فرمایا کہ "انھوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں"، یہی تو وہ کمالات ہیں اپنے اکابر کے کہ کسی حال میں حق کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، اختلاف شدید کے باوجود حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اسی تدین اور تقویٰ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد

[illegible]

بہت راسخ تھا، پیری مریدی بھی حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے حکم پر اور ان کی اجازت سے کرتے تھے، علم ظاہر میں بھی اُن کا قدم راسخ تھا،

حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کو مالٹا میں قید انکے کارناموں اور انگریز دشمنی اور آزادیٔ ہند کی جانبازانہ جدوجہد نے کرایا تھا،

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں، بلکہ اُن کو بہت بڑا عالم باعمل اور صوفیٔ کامل جانتا ہوں، ہاں ان کی رائے دربارۂ تحریک آزادیٔ ہند غلط سمجھتا ہوں، اس بارے میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی، یہ غلطی حضرت تھانویؒ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو روا رکھتا ہوں" ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۳۴۵ و ۳۴۶ ج)

مولوی احمد حسن سنبھلی نے اپنے پیرو مرشد (حضرت تھانویؒ) کے بارے میں جو اعلانات شائع کیے ہیں ان میں نہایت فاش غلطی کھائی ہی اور اس کے بُرے نتائج کا خوف ہے،

”مولوی احمد حسن سنبھلی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، اور بڑے عالم تھے، خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں تصنیف و تالیف کی خدمت پر حضرت تھانویؒ نے ان کو اچھی تنخواہ پر لگا رکھا تھا، سیاسیات میں حضرت تھانویؒ سے ان کو اختلاف ہوا، اور انھوں نے اُس کی بُری صورت اختیار کی، حضرت تھانویؒ کے اکرام و احترام کا کوئی خیال نہ رکھا، اور بہت ہی نامناسب رویہ اختیار کیا جس پر حضرت تھانویؒ نے رسالہ مُوذیِ مُریدیں لکھا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ذیل میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے“ (مرتب)

حضرت شیخ الاسلامؒ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

”مولوی احمد حسن سنبھلی کا صدر مدرسی کے کام کا بخوبی انجام نہ دے سکنا قابلِ تعجب امر ہے، جس کا تسلیم کرنا بھی بمشکل ہو سکتا ہے، ۔۔۔۔۔۔

میرے نزدیک مولوی صاحب موصوف نے اپنے پیر و مرشد (حضرت تھانویؒ) کے متعلق جو اعلانات شائع کیے ہیں اس میں نہایت فاش غلطی کھائی ہی، اور اس کے بُرے نتائج کا خوف ہے، مگر اس کو ان سے

ذکر کرنے کا موقعہ مجھ کو ہاتھ نہ لگا، کہ میں پکڑا گیا، اگرچہ اس میں اُن کی نیت بخیر ہو، مگر میرا ذاتی خیال ہو کہ یہ غیر مناسب ہوا، اور وہ مولوی صاحب کے لئے شاید مُضِر ہو، واللہ یحمینا وایاہ وسائر المسلمین من حوادث الدھر وسوء العواقب، آمین[1]، (مکتوبات شیخ الاسلام ج۲ صفہ ۲۹)

---

[1] یہ مکتوب امروہہ ضلع مراد آباد کے ایک مدرسہ کے ذمہ داروں کو لکھا گیا ہی، مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی کو صدر مدرس رکھا تھا، مگر وہ اس عہدہ کو کامیابی کے ساتھ باقی رکھنے میں ناکام رہے، جس کا حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے اظہار کیا گیا، اس کے جواب میں جو مکتوب گرامی تحریر فرمایا اس کا اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے،

مولوی احمد حسن صاحب کے علم وافر اور جید استعداد کے پیش نظر ان کا ناکام ہو جانا واقعی محلِ تعجب ہے، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا ہی کہ حضرت تھانویؒ کے متعلق جو رویہ اختیار کیا اس کے بُرے نتائج کا خوف ہی، اور گویا صدر مدرسی میں ناکام ہونا بھی اُن نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے، مولوی احمد حسن کا سیاسی مسلک وہی تھا جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا تھا، اس کے باوجود آپ نے مولوی احمد حسن کے طرزِ عمل کی مذمت کی، کوئی دنیا دار یا بندِ نفس ہوتا تو خوش ہوتا، اور اپنے مخالف کے مرید کی اور کمر ٹھونکتا، کہ تم نے بہت اچھا کیا، مگر اہلِ اخلاص حق اور حقیقت کو ہاتھ سے کہاں جانے دیتے ہیں، ۱۲ مرتب

لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ہونیکے بارے میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی رائے سے اتفاق...اور مودودی صاحب اور حضرت تھانویؒ کے اقوال میں موازنہ

اکابر دیوبند کو اللہ جل شانہٗ نے جو شانِ تفقہ عطاء فرمائی ہے، اس کے پیشِ نظر حوادث وواقعات اور نئی ایجادات کے بارے میں قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ کی تصریحات سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ دیتے ہیں، نئی روشنی سے متأثر ہوکر بلا تحقیق جواز کا فتوٰی دینے والوں کی طرح جلدی سے حلت کا حکم نہیں لگاتے،

ہندوستان میں جب لاؤڈ اسپیکر آیا، تو اس پر اذان اور خطبہ کی حد تک تو علماءِ دیوبند جواز کے قائل ہوئے، لیکن لاؤڈ اسپیکر سے سُنائی دینے والی آواز پر امام کی اقتداء کرنے پر متأمل رہے، اور اس تحقیق میں لگے کہ یہ آواز امام کی عین آواز ہے، یا امام کی آواز ختم ہوکر صدائے بازگشت کی طرح یہ کوئی دوسری آواز ہے،

اس سلسلہ میں علیگڈھ یونیورسٹی کو لکھا، دوسرے سائنس دانوں سے تحقیق کی، مگر کوئی واضح جواب نہ مل سکا جس کی بناء پر نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی فتوٰی دیتے رہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ پڑھی جائے، برسہا برس کی بحث وتحقیق اور کدّ وکاوش کے

بعد جواز کا فتویٰ دیا، لیکن آزاد روش رکھنے والے اور زمانہ کے ساتھ بہنے والے نام نہاد مفتیوں نے بلا چوں وچرا جوازِ صلوٰۃ کا فتویٰ دیدیا، ایک سائل نے حضرت تھانویؒ کے فتویٰ عدمِ جواز اور ایک مضمون نگار صاحبِ قلم کے فتویٰ جواز کو پیش کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے استفسار کیا، جس کے جواب میں حضرتؒ نے یہ تحریر فرمایا:۔

"حضرتِ مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے، اور بہت زیادہ اختلاف، مگر جزئیات اور فروع اور اسلامک لاء جن کو سیاست سے تعلق نہیں ہے اُن میں اُن کا قول قابلِ اعتماد ہوگا، مولانا موصوف کا اسلامی تفقہ اور علوم وفنون میں تمام عمر مصروف رہنا، اُن کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار مفید اور کارآمد تصانیف وتالیف کرکے عالمِ اسلامی اور خلائق کو فیضیاب بنانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہے اور ہو چکا ہے، اس بارے میں مودودی صاحب کا قول اُن کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے کہ ایک کامیاب بیرسٹر کے سامنے چوتھی یا پانچویں کلاس کے طالب علم کا قول ہوگا"۔

(مکاتیب شیخ الاسلامؒ ص ۴۳۰ ج اول)

(بنام مولانا خدا بخش ملتانی)

مولانا تھانویؒ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے خلیفہ خاص تھے احمد رضا خاں نے اُن پر اتہام لگایا

(حضرت شیخ الاسلام کا ارشاد)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کے متعلق افتراء

حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ خلیفۂ خاص حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہما کے متعلق (مؤلف حسام الحرمین احمد رضا خاں[۱] نے) افتراء کیا کہ وہ اپنے رسالہ "حفظ الایمان" میں لکھتے ہیں: کہ معاذ اللہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید، عمر، بلکہ چوپاؤں کے برابر ہے"، حالانکہ ان کی عبارت اور سیاق وسباق بالکل اس کے خلاف ہے .... اور خود مولانا مرحوم نے اپنے رسالہ "بسط البنان فی توضیح حفظ الایمان" میں اس الزام کی تردید فرمائی ہے، اور اپنی عبارت کی ایسی

---

[۱] احمد رضا خاں بریلوی کی تہمتوں اور اُن کے رَد کے لئے کتب ذیل ملاحظہ فرمائیں:۔ "نقش حیات حصہ اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۴"، اور "الشہاب الثاقب" (ہر دو از شیخ الاسلام قدس سرہٗ) اور "فیصلہ کن مناظرہ" اور "سیف یمانی" (ہر دو از حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم) اور رسالہ "عبارات اکابر" (از مولانا سرفراز صاحب) کا مطالعہ فرمائیں۔

عمدہ شرح فرمائی ہے جس سے کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا، ہم نے اپنے رسالہ "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" میں ان جملہ امور کے متعلق پوری تفصیل لکھدی ہے، (نقشِ حیات جلد اول)

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ کے بارے میں ارشاد

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ زاہد حسین صاحب (ضلع مان بھوم) کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا تھانوی کے مواعظ خرید لیجئے اور ان کو دیکھا کیجئے"

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۳۴۴ ج اول)

اور سید علی آفندی کو تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں، ضرور ان کا مطالعہ رکھیں، علیٰ ہذا القیاس "تربیت السالک" بھی مفید ہے"،

(مکاتیب شیخ الاسلام، ص ۱۱۳ ج دوم)

بیان القرآن کی ایک عبارت کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے مولانا عبد الحق صاحب مدنی کو تحریر فرماتے ہیں:۔

طَالَعْتُ[1] فِیْ تَفْسِیْرِ بَیَانِ الْقُرْآنِ فَوَجَدْتُّ الْعِبَارَۃَ الْمَوْجُوْدَۃَ ھُنَالِکَ تَدْفَعُ اِعْتِرَاضَکُمْ الخ

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۱ ج ۱)

---

[1] میں نے تفسیر بیان القرآن کا مطالعہ کیا تو مجھے وہاں وہ عبارت مل گئی جو آپکے اعتراض کو دفع کرتی ہے ۱۲

نیز مولانا عبدالحق مدنیؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

وَاَمَّا عَدَمُ مَیْلِکُمْ اِلٰی مَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِیْ صَاحِبْ فَاَرَاکُمْ مُخْطِئِیْنَ فِیْہِ (حوالۂ بالا)

مدیر صدق دریا بادی صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، تھانہ بھون ارزانی کے متعلق مجھ روسیاہ و نالائق سے اجازت چاہنا عجیب بات ہے میں تو خود ہی ناکارہ ہوں، اس سے بڑھکر کیا چیز خوشی کی ہو سکتی ہے کہ مقصد اصلی اور محبوب حقیقی تک رسائی ہو، جو کہ حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی بارگاہ میں ارجیٰ ہو"

از دیوبند، جمادی الثانیہ ۱۳۵۰ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۱۴۰ ج ۱)

ایک مرتبہ دریا بادی صاحب کو تحریر فرمایا جبکہ وہ تھانہ بھون پہنچے ہوئے تھے:

"اپنے مشاغلِ قلبیہ سے غافل نہ رہیں، ذکر میں کوشاں رہیں، مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی خدمت میں جس قدر بیٹھنا نصیب ہو غنیمت جانیں، اس وقت جہانتک ممکن ہو ذکر کا خیال رہے اور قلب حاضر ہو، صحبۃ الشیخ خیر من عبادۃ ستین سنۃ قول اکابر ہے، حضرت مولانا کی خدمت میں سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ و صرف ہمت عرض کر دیں"

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۴۲ ج ۱)

ک لیکن آپ کا مولانا تھانوی کی جانب میلان نہ ہونا سو میں اس بارے میں آپ کو غلطی پر سمجھتا ہوں، ۱۲

فصل سوم

جس میں جناب عبدالماجد صاحب دریابادی اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی بیعت کا واقعہ مذکور ہے

اور حضرات شیخین کے آپس کے اکرام و احترام کے واقعات مندرج ہیں

(ماخوذ از کتاب حکیم الامتؒ)

مدیر صدق جناب عبدالماجد صاحب دریابادی کو ۱۹۲۷ء میں مرشد کی تلاش ہوئی، اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورے کئے، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو دوبارہ خط بھی لکھا، لیکن متعین طریقہ پر کچھ طے نہ کر سکے، کہ کس سے بیعت ہوں، بالآخر جون ۱۹۲۸ء میں مولانا عبدالباری ندوی کو ہمراہ لے کر دیوبند پہنچے، اور تین دن حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں قیام رہا، جب حضرت شیخ الاسلامؒ سے بیعت کی درخواست کی تو

ارشاد فرمایا کہ "یہاں کیا رکھا ہے، ذرا تھانہ بھون تو چلئے"
اس کے بعد پروگرام بنا کر تینوں حضرات تھانہ بھون کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں رات کو ایسے وقت پہونچے کہ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا، رات کا بقیہ حصہ ایک مکان میں گذارا، اور نمازِ فجر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے پیچھے پڑھی، نماز سے فارغ ہوتے تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی نظر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑ گئی، حضرت حکیم الامتؒ ان کی طرف بڑے تپاک سے بڑھے اور بڑے التفات سے ملے، دریابادی صاحب لکھتے ہیں:-

"لوگ کہتے تھے کہ ان میں بے لطفی ہے، ناچاقی ہے، لیکن اُس وقت آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ دو دشمن نہیں بلکہ دو دوست گلے مل رہے ہیں، تعظیم و تکریم مولانا حسین احمد صاحبؒ کی طرف سے تو خیر ہوتی ہی، عادتِ طبعی کی بناء پر بھی اور سن میں چھوٹے ہونے کی بناء پر بھی، لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ اُدھر سے بھی آدابِ رسم و تکریم میں کوئی کمی نہ تھی، لاحول ولا قوۃ، لوگ بھی کیسی کیسی بے پر کی اُڑایا کرتے ہیں، اور لوگ بھی کون؟ عوام کالانعام نہیں، اچھے خاصے پڑھے لکھے، ثقہ راوی، خود انہی دونوں حضرات کے خدّام و مریدین، بعض راوی زبانِ قال سے اور بعض زبانِ حال سے، الحمد للہ کہ دونوں روایتیں غلط نکلیں"

(از حکیم الامت، ص ۳ تا ص ۱۷ بحذف و اختصار)

کچھ دیر کے بعد حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ تینوں حضرات کو ہمراہ لئے ہوئے ذرا سا چلے، اور سہ دری والے سائبان کے نیچے تشریف فرما ہو گئے، یہاں پون گھنٹہ تک پر شفقت مکالمت کا سلسلہ جاری رہا، اشراق کا وقت ہو گیا تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے لجاجت کے لہجہ میں اجازت چاہی، اور قبل اس کے کہ حضرت روانہ ہوں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے دیوار کی آڑ میں روک کر گفتگو شروع فرمادی، اور اپنے دونوں ساتھیوں کے بیعت کرنے کے لئے سفارش فرمائی، جو سرگوشی کے انداز میں تھی، جس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے قدرے بلند آواز سے فرمایا کہ:۔

"اچھا تو آپ کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں صاحب مجھ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں، میں تو خیال کر رہا تھا کہ آپ ہی مناسب ہوں گے، باقی میرا معمول تو آپ کو معلوم ہی ہوگا، میں بہت سی مصلحتوں کی بناء پر عجلت اس باب میں پسند نہیں کرتا" الخ

دوسری نشست چاشت کے وقت شروع ہوئی، جو دوپہر کے وقت تک رہی، اس میں حضرت (حکیم الامت قدس سرہٗ) نے خوب کھل کر باتیں کیں، مختلف بزرگوں کے واقعات، عام دینی ہدایات، اخلاقی و روحانی مذاکرات، سب بڑے دلچسپ، دلکش، مؤثر انداز میں: واعظانہ خشکی کا کہیں نام ونشان نہیں، مولانا (حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

سے ارشاد ہوا کہ " آپ نے میرا پیام ان حضرات تک پہونچا دیا ؟ پھر کیا رائے قرار پائی ؟" حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ ابھی خاموش ہی تھے، کہ دریابادی صاحب بول پڑے کہ :۔

" درخواست تو صرف اس قدر تھی کہ حضرت ہمیں انتخاب مرشد میں اپنے ارشاد اور مشورہ سے مستفید فرمائیں، ہم لوگوں کی ناقص نظر میں چند بزرگ ہیں، ان میں نمبر اوّل پر مولانا حسین احمد صاحب ہیں، اب آگے جناب کا جیسا ارشاد ہو "

یہ سنکر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے تبسم کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھکر فرمایا کہ :

" پھر آپ نے یہ کیا ارشاد فرمایا تھا کہ ان کو میں بیعت کرلوں "

ساتھ ہی دونوں امیدواروں سے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ :

" آپ کا انتخاب بالکل صحیح ہے، میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں، آپ مولانا حسین احمد صاحب ہی کے ہاتھ پر بیعت کیجئے "

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

" لیکن مجھ میں تو اس کی بالکل اہلیت نہیں، اور جناب کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف رُخ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں "

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے فرمایا :

"مگر مجھ پر تو آپ کو اعتماد ہے، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ میں اہلیت ہے، آپ ہی ان حضرات کو لے لیجئے"

دریا بادی صاحب مزید لکھتے ہیں :۔

"مجلس میں سیاسی پہلوؤں پر بھی گفتگو ہوئی، حضرت (حکیم الامت قدس سرہٗ) نے اتنی معقولیت سے گفتگو کی کہ ساری بدگمانیاں کافور ہو رہیں، کون کہتا ہے کہ حضرت گورنمنٹ آدمی ہیں، لاحول ولا قوۃ، جس نے بھی ایسا کہا، جان کر یا بے جانے بہر حال جھوٹ ہی کہا یہ تو خالص مسلمان کی گفتگو تھی، مسلمان بھی ایسا جو جوش دینی اور غیرتِ ملی میں کسی خلافتی سے ہرگز کم نہیں، پاکستان کا تخیل خالص اسلامی حکومت کا خیال، یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں، پہلے پہل اس قسم کی آواز یہیں کان میں پڑی، بس صرف حضرت (حکیم الامت قدس سرہٗ) کو ہم لوگوں کے اُس وقت کے طریق کار سے پورا اتفاق نہ تھا، لیکن یہ اختلاف تو کچھ ایسا بڑا اختلاف نہیں، نفسِ مقصد یعنی کافرانہ حکومت سے گلوخلاصی اور دار الاسلام کے قیام میں تو حضرت (حکیم الامتؒ) ہم لوگوں سے کچھ پیچھے نہ تھے، عجب نہیں جو کچھ آگے ہی ہوں، .... مجلس برخاست ہوئی، کھانا اس کے قبل ہی ہو چکا تھا، ہم لوگوں کی واپسی کا وقت آ گیا، تانگہ آیا اور ہم لوگ خانقاہ سے رخصت ہوئے، حضرت (حکیم الامت قدس سرہٗ) کمال اخلاق سے رخصت کرنے (خانقاہ

کے) پھاٹک تک تشریف لاتے"۔

(حکیم الامت، ص ۱۹ تا ۲۴ بحذف واختصار)

رخصت ہوگئے، لیکن بیعت والی بات درمیان میں رہ گئی، اس کے ..... کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے دونوں امیدواروں کو اپنے سلسلہ میں داخل فرمانا منظور فرمالیا، مدیر "صدق" نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو ۱۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء کو خط لکھا کہ سب سے پہلے تو اس کا شکریہ کہ آپ ہی کی توجہ فرمائی سے مولانا حسین احمد صاحبؒ نے اپنے سلسلہ میں داخل فرمانا قبول فرمالیا،

اس پر حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ:۔

"مبارک، لیکن یہ محض آپ کا حسنِ ظن ہے، آپ کا خلوص خود کافی شفیع تھا، مگر آپ کی برکت سے مجھ کو بھی مفت کا ثواب مل گیا، اب ضرورت اس کی ہے کہ جناب مولانا سے فیوض وبرکات حاصل کئے جائیں، اور مولانا سے انقیاد وتقلید کا تعلق رکھا جائے کہ اصل تحقیق کی تقلید ہے" (حکیم الامت، ص ۲۵)

مدیر "صدق" اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"یہاں (حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کے موقعہ پر) ایک عجیب پیچیدگی حائل تھی کہ مخدوم (یعنی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ) خود خادم بنا ہوا تھا، اور جس کا منصب آمر ہونے کا تھا وہ فخر ومسرت اپنی ماموریت میں محسوس

کرتا تھا، دیوبند جاتے تو مولانا (مدنی) اسٹیشن پر پیشوائی کو موجود، چلنے لگتے تو اسٹیشن تک مشایعت پر آمادہ، کھانا کھانے بیٹھتے تو لوٹا لئے ہاتھ دُھلانے کو کھڑے ہوئے، پانی مانگتے تو گلاس لئے خود حاضر، تانگہ کا کرایہ وہ اپنے پاس سے دیدیں، ریل کا ٹکٹ وہ دوڑ کر لے آئیں، ہوٹل میں کھانا کھاتے تو بِل وہ خود ادا کر دیں، سفر میں ساتھ ہو تو بستر وہ کھول کر بچھا دیں، غرض یہ کہ مالی اور بدنی، چھوٹی بڑی خدمت کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی تھیں، سب میں مُرید تو مُراد کے درجہ پر پہونچ گیا، اور جو صاحبِ امر و ارشاد تھا وہ چاکری اور حکم برداری میں لگا ہوا دل نے سمجھایا کہ اس مشکل کا حل بھی انہی مشکل کشا (یعنی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ) سے کرائیے، دوسرا عریضہ انہی مشکلات کی تفصیلات سے لبریز روانہ کر دیا،

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے خط کا جواب دیا، جس میں تحریر فرمایا کہ:

"آخر میں جواب مشورہ کا معروض ہے، اور مشورہ سے قبل اجمالاً اتنا اور معروض ہے کہ مولانا (مدنیؒ) کا یہ طرز ہم لوگوں کو مخالفین و معترضین کے روبرو افتخاراً پیش کرکے موقع احتجاج کرنے کا ہے کہ تم لوگ علماء پر عموماً اعتراض کیا کرتے ہو، دیکھو! حقیقی علماء کے یہ نمونے ہیں،

(جوابِ مشورہ) اس کی دو تدبیریں ہیں، ایک کثرتِ حاضری

کیونکہ طبعاً کثرتِ مخالطت سے تکلف کم ہو جاتا ہے، مگر اس تدبیر کا ثمرہ بمدتِ دراز میں ظاہر ہوگا،

دوسری چلتی ہوئی تدبیر یہ ہے کہ مولانا (مدنی رح) کی خدمت میں بے تکلف عرض کر دیا جائے کہ یہ صورت حاضری سے مانع ہو جاتی ہے اور حاضری کی ضرورت قابلِ انکار نہیں ہے، اس لئے درخواست کو منظور فرمایا جائے، مگر یہ سب جب ہے کہ مولانا (مدنی رح) کا یہ طرز طبعی نہ ہو، ورنہ تبدل مشکل ہے، اس صورت میں تیسری تدبیر یہ ہے کہ آپ ہی اس کو گوارا فرمالیں، آپ کا حرج ہی کیا ہے، کیونکہ مختلف طبائع کے مختلف مقتضیات ہوتے ہیں "

(حکیم الامت، ص ۲۶ و ۲۷)

ایک مرتبہ مدیر "صدق" جناب دریابادی صاحب تھانہ بھون کچھ قیام کرنے کے لئے پہونچے، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو بھی اطلاع دی حضرت شیخ الاسلام رح کا جواب آیا:

" والا نامہ[1] محررہ ۱۶ اکتوبر باعثِ سرفرازی ہوا تھا، اب تو جناب خانقاہ میں پہونچ گئے ہوں گے، خداوند کریم وہاں کی حاضری باعث برکات غیر متناہیہ کرے، (آمین)

---

[1] یہ والا نامہ "حکیم الامت" صفحہ ۹ پر درج ہے اور "مکتوبات شیخ الاسلام" صفحہ ۱۳۴ جلد ۱ پر بھی، لیکن اول الذکر میں ۲۰ رجمادی الاولیٰ ہے اور ثانی الذکر میں ۲۰ رجمادی الاخریٰ ہے، واللہ اعلم

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ٭ بیاد آر محبانِ[۱] بادہ پیما را

مجھ کو قوی امید ہے کہ جناب وہاں پر اپنے اوقات کو مشاغل حقیقیہ میں صرف فرمائیں گے، جس کے متعلق ہدایت کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ ایک ضروری عرض محض اخلاص کی بناء پر کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ کسی غیر محل پر حمل نہ فرمائیں، میں نے حسب ارشاد مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم اور آپ حضرات کے ارشاد پر اس وقت بیعت کرلی تھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی بداحوالی، روسیاہی، ناکامی پر نہایت زیادہ گریہ کناں ہوں اور سخت شرمندہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا دامت برکاتہم کے دربار میں پہونچادیا ہے، اور مولانا کو آپ سے اور آپ کو مولانا سے اُنس اور تعلق پیدا ہوگیا ہے، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ، اب مناسب اور ضروری ہے کہ آپ مولانا سے بیعت بھی کرلیں، مجھے قوی امید ہے کہ مولانا دامت برکاتہم آپ کو نہ ٹالیں گے، میں نے خود بھی اُن دنوں جب حاضر ہوا تھا عرض کیا تھا کہ آپ جب تشریف لائیں اور درخواست کریں تو جناب اُن کو ضرور بیعت کرلیں، قواعد طریقت کے اصول پر بیعت کرلینا ہی زیادہ مفید اور کارآمد ہے، اور اسی کی بناء پر فیض کی زیادہ تر امید ہے، مجھ روسیاہ کو بھی

---

[۱] "حکیم الامت" میں اسی طرح ہے، اور "مکتوبات" میں "حریفانِ بادہ پیما" ہے ۱۲

کبھی کبھی دعواتِ صالحہ سے یاد فرمالیا کریں، نیز مولانا دامت برکاتہم سے بھی دعاء کی التجا کر دیں،،

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

از دیوبند، ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

یہ مکتوب دریابادی صاحب نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب میں لکھ دوں گا، آپ کو لکھنے میں شاید دِقت ہو، اور اس کے بعد بنام شیخ الاسلام قدس سرہٗ والا نامہ تحریر فرمایا کہ:

"مخدومی و مکرمی مولانا حسین احمد صاحب دامت فیوضہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مولوی عبدالماجد دریابادی صاحب کے نام جو گرامی نامہ آیا اس میں مشورہ تحویلِ بیعت کا پڑھا، گو اس وجہ سے کہ میں اس کا مخاطب نہیں مجھ کو جواب عرض کرنے کا استحقاق نہیں، لیکن چونکہ اخیر تعلق مجھ سے ہی ہے، نیز اس میں مجھ کو مخاطب بنانے کی یاد دہانی بھی ہے، اس لئے عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں،

مجملاً تو وہی عذر ہے جو زبانی عرض کر دیا تھا، اور قدرے مفصلاً یہ عرض ہے کہ اس میں مولوی صاحب کا ضرر ہی، اس لئے امید ہے کہ اس مشورہ سے رجوع فرمائیں گے، وہ ضرر یہ ہے کہ میری خشونت و سوءِ خُلق تو مشہور ہی، مگر مولوی صاحب کی

یہ رعایت و دلجوئی جو صمیم قلب سے ہو وہ آپ ہی کے انتساب سے مسبب ہے، کیا آپ کو یہ گوارا ہے کہ وہ اس رعایت سے محروم کردیئے جائیں؟ دوسرے گو ان کو مجھ سے موانست کافی ہے، لیکن نفع کا مدار اعظم مناسبت ہے، اس کو میں پہلی ملاقات میں طے کرچکا تھا، اور اسی بناء پر آپنے میری سفارش کو قبول فرمایا، جس کا میں شکرگزار ہوں، اور اگر آپ ان بناؤں کو ضعیف خیال فرمائیں تو میں بھی اُن کی تقویت پر زور نہیں دیتا، لیکن جب اوّل بار میں بقول خود میری خاطر منظور تھی سو اب بھی میری خاطر منظور فرمالی جائے، اور جس طرح سے کام چل رہا ہے چلنے دیا جائے کہ آپ اُن کے مخدوم رہتے اور مجھ کو خادم رہنے دیجئے، اس جدید تبدل میں میری اور اُن کی دونوں کی پریشانی مضمر ہے، جس کا گوارا کرنا اخلاقِ سامی سے بعید اور بہت بعید ہے، اور جب اس کا مجھ پر مدار ہے اور میری طرف سے محض انکار ہے تو مولوی صاحب کو اس بات کا حکم فرمانا جو اُن کی قدرت سے خارج ہے، تکلیف مالایطاق ہے، جو ہر پہلو سے منفی ہے،" والسلام "

ناکارہ ننگِ انام اشرف برائے نام

از تھانہ بھون، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

(حکیم الامت، صفحہ ۸۹ تا صفحہ ۹۲)

ناظرین غور فرمائیں دونوں اکابر سیاسی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو کیسے کیسے بلند کلمات سے یاد فرماتے ہیں، اور کس طرح اکرام واحترام کا معاملہ کرتے ہیں، ایک دستخط کے ساتھ "ننگِ اسلاف" لکھتا ہے، تو دوسرا "ننگِ انام اشرف برائے نام" بنتا ہے، ایک کہتا ہے میں نے حکم مان کر بیعت کرلیا تھا، دوسرا لکھتا ہے کہ "جس طرح پہلی بار سفارش قبول فرمائی جس کا شکرگزار ہوں اسی طرح اب بھی میری خاطر منظور فرمالی جائے"، نیچے کے لوگوں نے تو دشمنی پیدا کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھی تھی، لیکن دونوں حضرات کے اخلاص نے محبت اور تعلق کو ہر حال میں باقی رکھا، اَعْلَی اللّٰہُ دَرَجَاتِہِمَا۔

دریابادی صاحب کا اخبار "صدق" اس زمانے میں "سچ" کے نام سے نکلتا تھا، اس میں ایک مضمون مسلکِ اہلِ سنت کے خلاف نکل گیا۔ جو ظہورِ دجال اور خروج یاجوج ماجوج کے متعلق تھا، اور اس میں دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج کو تمثیل اور مجاز قرار دیا تھا، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں ڈیڑھ سال کے پرچے ملاحظہ کے لئے بھیجے گئے تو حضرت والا نے اس کا رد لکھا، اور دریابادی صاحب کو تحریر فرمایا کہ:۔

"اسی لئے میں نے پہلی یا دوسری ملاقات میں زبانی یا تحریراً عرض کردیا تھا کہ کوئی مضمون دینی بدونِ ملاحظہ مولنٰنا حسین احمد صاحب کے شائع نہ کیا جائے، معلوم نہیں کیوں تک

اس مضمون کے شائع ہونے کا قلق رہے گا"

(حکیم الامت، ص ۱۰۳)

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ نے دریابادی صاحب کو تحریر فرمایا کہ

"میں نے مدّت ہوئی فیصلہ کرلیا ہے کہ جن احباب سے دوستی ہے، ان سے عقائد و احکام میں گفتگو نہ کروں گا، یا تو خیریت کی اطلاع و استطلاع کا تعلق رکھوں گا، یا دعاء کا یا معالجۂ نفسیات کی تحقیق کا، اور ایسے احباب کی فہرست میں جناب کا اور مولٰنا عبدالباری صاحب کا اور جناب سید سلیمان صاحب کا نام ذہن میں تجویز کیا ہے، ان دو صاحبوں کو بھی اس کی اطلاع دے چکا ہوں، ایسی تحقیقات کے لئے مولانا حسین احمد صاحبؒ مولانا انور شاہ صاحب کی طرف توجہ دلاتا ہوں، اسی میں مصلحت ہے"

(حکیم الامت، ص ۱۳۳)

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامّت قدس سرہٗ نے دریابادی صاحب کو تحریر فرمایا کہ:-

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب کانگریس کی شرکت کو فرض فرماتے ہیں .... اس لئے خاص عقیدت رکھنے والوں پر لازم ہے کہ مولانا سے ایسے طریقہ سے کہ مولانا اصلی خیال ظاہر فرمادیں ضرور تحقیق کرلیں کہ مجھ جیسے تارکِ فرض سے ان صاحبوں کا ملنا اُن کے قلبِ لطیف پر گراں تو نہ ہوگا کیونکہ گرانی کی صورت میں باطنی فیوض منقطع ہوجاتے ہیں، تو

ضررِ عظیم ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ روایت گو ظاہراً متواتر ہے صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہو اور ملنا گراں ہو تو چند روز کے لئے مجھ سے ملنا بند کر دینے سے کچھ ضرر نہیں"

(حکیم الامت، ص ۱۶۱)

دریابادی صاحب نے لکھا کہ:

"مولانا (حسین احمد صاحب) مدظلہٗ سے ابھی ۲ دو ہفتے ہوئے لکھنؤ میں نیاز حاصل رہا تھا، ارشادات زیادہ تر مسائلِ حاضرہ ہی سے متعلق رہے، شرکتِ کانگریس کے لئے فرضیت کی تصریح تو میں نے نہیں سُنی، البتہ یہ معلوم ہوا کہ ممدوح کا میلان اس جانب بہت زیادہ ہے، اور دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس تحریک میں بڑی کثرت سے حصّہ لیں (الی ان قال) رہا میرے لئے مولانا کی طرف سے بابِ فیض کے مسدودی کا احتمال تو میرے لئے خوش قسمتی سے دو دروازے موجود ہیں، اور یکساں شفقت و کرم والتفات کو دیکھکر میرے لئے یہ فیصلہ ہی دشوار ہے کہ دونوں آستانوں میں سے میرے لئے شفیق تر کون ہے"

(حکیم الامت، ص ۱۶۴)

اس کے بعد پھر اور کچھ خط وکتابت ہوئی، بالآخر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ

"میں نے جو کچھ مشورہ دیا تھا اپنی کسی مصلحت سے نہیں بلکہ محض آپ کی مصلحت سے دیا تھا، کہ خدانخواستہ مولانا سے آپ کو بُعد

ہو جائے، .... میں مشورہ کا حق ادا کر چکا، اب اگر..
خدانخواستہ مولانا کو کوئی ناگواری ہو تو میں سبکدوش ہوں،
آپ سر آنکھوں پر آئیں" (حکیم الامت ص ۱۷۴)

اس پر دریابادی صاحب لکھتے ہیں!

"ظاہر ہے کہ اس وقت حکیم الامتؒ کو مولانا مدنی سے شدید سیاسی اختلاف تھا، اس شدید اختلاف کے وقت وہ یہ نہیں کرتے کہ مولانا کے ایک متوسل کا میلان اپنی طرف دیکھکر اُسے اور اپنانے کی کوشش کریں، بلکہ جب وہ اس طرف بڑھتا ہے تو اور اُلٹا اُسے رُوکتے ہیں، اور با صرار بار بار روکتے ہیں کہ ادھر قدم اُٹھانے سے شیخ کے قلب پر غبار آجانے کا اندیشہ ہے"،
(حکیم الامت، ص ۱۷۴)

سنہ ۱۹۳۲ء میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ مدرسۃ الاصلاح سرائمیر (ضلع اعظم گڑھ) میں تشریف لے گئے، اور عشاء کے بعد حدیث بدأ الاسلام غریبا پر محققانہ سیرحاصل تقریر فرمائی، اس موقعہ پر جناب اقبال احمد خاں سہیل نے بطور خوش آمدید ایک نظم کہی، جسے ایک طالب علم نے خوش الحانی سے سُنائی، نظم بہت شگفتہ اور سلیس ہے، پہلا شعر یہ ہے ؎

اے سایہ ات بالِ ہما خوش آمدی خوش آمدی
اھلاً وسہلاً مرحبا، خوش آمدی خوش آمدی

آخری شعر یہ ہے ؂

از مقدمت دل شاد شد ویرانہ ام آباد شد

اے بر تو جو من صد فدا خوش آمدی خوش آمدی[۱]

دریابادی صاحب نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو لکھا کہ چند روز ہوئے مولانا (مدنی) مدظلہٗ سرائے میر کے مدرسۃ الاصلاح میں تشریف لے گئے تھے، اعظم گڑھ میں ایک صاحب فارسی کے بہت اچھے کہنے والوں میں ہیں انھوں نے ایک طالب علم سے خیر مقدم کی نظم پڑھوا دی، جو اتنی پُر لطف ہے کہ بے اختیار جی چاہا، حضرت تک پہونچا دوں، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے نظم ملاحظہ فرما کر تحریر فرمایا کہ:۔

"واقعی نفیس ہی، اور لطف یہ ہے کہ سلیس ہے، گویا سہل ممتنع ہے، میں نے نقل کر لی ہے" (حکیم الامت، ص ۲۳۳)

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"میں یقین دلاتا ہوں[۲] کہ میں آزادی کا احرص ہوں، اپنے لئے بھی

---

[۱] پوری نظم مولانا نجم صاحب اصلاحی نے مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۵۲ پر نقل کر دی ہے ۱۲

[۲] حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو اطلاع ملی تھی کہ دریابادی صاحب تھانہ بھون پہونچنے والے ہیں، حضرت والا نے اسٹیشن پہنچنے کی زحمت گوارا فرمائی، لیکن جس گاڑی سے پہنچنے کی امید تھی دریابادی صاحب اُس گاڑی سے نہ پہونچ سکے (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور اپنے دوستوں کے لئے بھی، اور مولانا (مدنی) کی تواضع مجھ میں ہو ہی نہیں سکتی، اس لئے مجھ پر اس کا احتمال بھی نہ فرمائیں"

(حکیم الامت، ص ۲۱۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور جب حضرت والا کے اسٹیشن پہنچنے کا علم ہوا تو خط لکھا کہ:

"مجھے اس سے بجائے راحت کے تنگی ہوتی ہے، اور اپنی آزادی میں فرق محسوس کرتا ہوں، اپنی آزادی کا بڑا حریص ہوں، اپنے شیخ (حضرت مدنیؒ) کے بھی اس عمل سے مجھ پر بڑی گرانی ہوتی تھی، اور میری بڑی منت وسماجت کے بعد اب انھوں نے اسٹیشن پر تشریف لانا چھوڑا ہے"

حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اسی کا جواب مرحمت فرمایا ہے ۱۲

فصل چہارم

اس فصل میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا رسالہ "شق الغین" مکمل درج کیا جاتا ہے، یہ رسالہ درحقیقت چند سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا تھا، سائل مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم تھے، جو اُس وقت بریلی میں مقیم تھے، اور ماہنامہ الفرقان وہیں سے نکلتا تھا، سوالات حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کی سیاسی سرگرمیوں اور ان کی مخالفت میں ناروا کلمات استعمال کرنے والوں سے متعلق تھے، پورا رسالہ "بوادر النوادر" جلد دوم میں چھپا ہوا ہے، ہم نے وہیں سے نقل کیا ہے،

رسالہ شق الغین عن حق علی و حسین

سوال؛ حضرت سیدنا و مولانا دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' !

معروضاتِ ذیل کا جواب ارقام فرما کر ممنون فرمائیے :-

۱- حضرت مولانا حسین احمد و مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

(مدظلہما) کو حضرت والا کیسا سمجھتے ہیں، اور کیا اپنے مخصوص و معلوم سیاسی معتقدات کے باوجود یہ حضرات لائقِ احترام ہیں ؟

۲۔ جو افراد یا اخبارات ان حضرات کی شان میں بیباکانہ کلمات استعمال کرتے ہیں مثلاً "شیخ الاصنام" "شیخ الہنود" "اجودھیا باشی" اور "لالہ" اور "مہاشہ" وغیرہ وغیرہ ان کو حضرت کیسا سمجھتے ہیں، اور وہ شرعی مجرم ہیں یا نہیں ؟

۳۔ حضرت والا ان حضرات کو سیاسیات میں اختلافِ رائے کے باوجود نیک نیت اور دیانت دار سمجھتے ہیں یا بد دیانت اور خائن؟ اور ان حضرات کی سیاسی جد و جہد کیا حضرت کے نزدیک اخلاص اور ملّت کی خیر طلبی پر مبنی ہے یا کسی خود غرضی اور خود مطلبی پر؟

والسلام ، محمد منظور نعمانی

الجواب

الملقب بشق الغین عن حق علی و حسین،

بعد الحمد و الصلوٰۃ ! اس قسم کے سوالات چند بار مجھ سے پہلے بھی کئے گئے ہیں، لیکن چونکہ اب تک اکثر سائلین غیر اہلِ علم تھے جن کی عرضِ سوال بھی قابلِ اطمینان نہ تھی، اور جوابات بھی واضح تھے، اس لئے سوالات میں اہمیت نہ سمجھی گئی،

نیز بعضے سوالات دوسری جانب سے بھی ایسے آئے جن میں واقعات

اس کے خلاف ظاہر کئے گئے، اور ان کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہ تھا، سو ان کا جواب ان سوالوں کے جواب کا مضاد ہوتا، ان اشکالات کی وجہ سے دونوں قسم کے سوالوں میں اجمالی جواب پر اکتفاء ہوتا رہا، مگر اب اہل علم کی طرف سے سوال کیا گیا ہے جن کی غرض بھی متہم نہیں، اس لئے ایک امر تو جو مفصل جواب سے مانع تھا مرتفع ہو گیا، اور دوسرے مانع کے رفع کی یہ صورت ذہن میں مناسب معلوم ہوئی کہ جواب عمومات کے ساتھ دیا جاوے، جو بلا تخصیص ہر قسم کے سوال پر اور ہر مسئول عنہ پر منطبق ہو سکے، حتیٰ کہ خود مسئول یعنی مجیب پر بھی، جیسا کہ تحریر ہذا کے لقب میں اصل مسئول عنہ[۱] کے نام کے ساتھ خود مسئول[۲] کے نام کی طرف بھی اشارہ ہے،

اب اس تمہید کے بعد جواب عام عرض کرتا ہوں!

الدلائل

اما من الآیات

فالاول، قال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون[۳] المؤمنین

---

[۱] یعنی مولانا حسین احمد صاحب و مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہما)

[۲] یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

[۳] (ترجمہ) اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انھوں نے کچھ (ایسا کام) کیا ہو (جس سے وہ مستحق سزا ہو جاویں) ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا (اپنے اوپر) بار لیتے ہیں" (بیان القرآن، سورۃ احزاب ع ۸ ج ۲۲ پ ۲۲)

وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

وَالثَّانِيْ: قال الله تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ الی قولہ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ[۱]

وَالثَّالِث: قال الله تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ الی قولہ تعالیٰ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ[۲]

---

[۱] یہ سورۂ زخرف رکوع ۴ کی آیت ہے، پوری آیات مسلسل یوں ہیں:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (ترجمہ از بیان القرآن) "اور جو ایسے ہیں کہ جب اُن پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (اگر بدلہ لیتے ہیں تو) برابر کا بدلہ لیتے ہیں، اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے، ویسی ہی، پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ۱۲

[۲] یہ سورۂ حجرات رکوع ۲ کی آیت ہے، پوری آیت اس طرح ہے:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

(باقی برصفحہ آئندہ)

وَاَمَّا مِنَ الرِّوَایَاتِ

فَالرَّابِعُ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، سِبَابُ[1] الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، (متفق علیہ)

وَالْخَامِسُ؛ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، لَیْسَ[2] الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشُ الْبَذِیُّ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ، وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ، وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط (ترجمہ) "اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہو کہ وہ اُن سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہو کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہی، اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں، ای ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں، اور سُراغ مت لگایا کرو، اور کوئی کسی کی غیبت (بھی) نہ کیا کرے" (بیان القرآن)

[1] یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۱ پر بخاری و مسلم کے حوالہ سے نقل کی ہی، پوری حدیث یوں ہے سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ "یعنی مسلمانوں کو گالی گلوچ کرنا بڑی گناہگاری ہی، اور اس سے جنگ کرنا کافر کا کام ہے" ۱۲ [2] یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۳ پر ترمذی کے حوالہ سے نقل کی ہی، ترجمہ یہ ہی کہ "مؤمن طعن کرنیوالا اور لعنت بھیجنے والا اور فحش گو

بیان القرآن ۱۲ ... [illegible]

وَالسَّادِسُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ فِی الْمِرْقَاۃِ اَیْ شَتَمَ، (کلہا من المشکوٰۃ)

وَاَمَّا مِنَ الدِّرَایَاتِ

فَالسَّابِعُ: فِیْ اَحْیَاءِ الْعُلُوْمِ فَلَعْنُ الْاَعْیَانِ فِیْہِ خَطَرٌ لِاَنَّ الْاَعْیَانَ تَتَقَلَّبُ فِی الْاَحْوَالِ،

---

۵۱ مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷ پر پوری حدیث اس طرح درج ہے: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْہُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَہَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاہَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں منافقت کی ایک خصلت موجود رہے گی، جب تک اس کو چھوڑ نہ دے (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۲) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب عہد کرے تو غدر کرے (۴) اور جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالی بکے"

۵۲ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں کتاب آفات اللسان

(باقی بر صفحہ آئندہ)

وَالثَّامِنُ: فِیْہِ[1] اَیْضًا اِعْلَمْ، اَنَّ الْمُرَخَّصَ فِیْ ذِکْرِ مَسَاوِی الْغَیْرِ هُوَ غَرَضٌ صَحِیْحٌ فِی الشَّرْعِ لَا یُمْکِنُ التَّوَصُّلُ اِلَیْهِ فَیَنْفَعُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مستقل عنوان قائم کیا ہے، اور اس میں زبان کی بیس[2] آفات ذکر کی ہیں، انہی آفات میں سے لعنت کرنا بھی ہے، لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور کرنا، یعنی یہ کہنا کہ فلاں ملعون یا لعین یا مردود ہے یا یہ کہنا کہ فلاں پر اللہ کی لعنت ہو، حضرات فقہاء وصوفیہ نے فرمایا ہے کہ عام الفاظ میں کافروں اور ظالموں پر لعنت کرنا مثلاً یہ کہنا کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ اور لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ تو ٹھیک ہے، اور جن لوگوں کا کفر پر مرنا یقینی ہے جیسے فرعون اور ابو جہل ان پر نام لیکر بھی لعنت کرنا درست ہے، لیکن جس کا کفر پر مرنا یقینی نہ ہو اور جو شخص زندہ ہو اگرچہ کافر ہی ہو اس پر نام لیکر لعنت کرنا درست نہیں ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندہ ہے اس کا حال بدل سکتا ہے، وہ اسلام قبول کر سکتا ہے، اور اللہ کا مقبول بندہ بن سکتا ہے، جب ہم کو کسی کا انجام معلوم نہیں تو لعنت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَلَعْنُ الْاَعْیَانِ فِیْهِ خَطَرٌ لِاَنَّ الْاَعْیَانَ تَتَقَلَّبُ فِی الْاَحْوَالِ" یعنی خاص کرکے لوگوں کا نام لیکر لعنت کرنا بہت بڑے خطرہ کی چیز ہے، کیونکہ اشخاص کے حالات بدلتے رہتے ہیں،،

(کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ)

[1] حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آفات لسان بیان فرماتے ہوئے بندرہویں نمبر پر غیبت کو بیان فرمایا ہے، اور اس کی مذمت اور بُرے نتائج اور اس کی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ذٰلِكَ اِثْمُ الْغِيْبَةِ وَهِيَ سِتَّةُ اُمُوْرٍ (الیٰ قولہ) تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِ مِنَ الشَّرِّ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وجہ سے آخرت کی تباہی خوب کھول کر بیان کی ہے، پھر اخیر میں "بیان الاعذار المرخصۃ فی الغیبۃ" کا عنوان قائم کرکے ارشاد فرمایا ہے کہ اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَخِّصَ فِيْ ذِكْرِ مَسَاوِي الْغَيْرِ هُوَ غَرَضٌ صَحِيْحٌ فِي الشَّرْعِ لَا يُمْكِنُ التَّوَصُّلُ اِلَيْهِ اِلَّا بِهٖ فَيَدْفَعُ ذٰلِكَ اِثْمُ الْغِيْبَةِ وَهِيَ سِتَّةُ اُمُوْرٍ "یعنی کسی کی برائیاں ذکر کرنے کی گنجائش اس صورت میں ہے جبکہ اس کے لئے کوئی غرض صحیح ہو جو شرعاً معتبر ہو، اور اس غرض صحیح تک برائی کا تذکرہ کئے بغیر رسائی نہ ہو سکتی ہو، اگر ایسی صورت ہوگی تو غیبت کا گناہ نہ ہوگا، اور اس طرح کی چھ چیزیں ہیں، (جن کو غرض صحیح کہا جاسکتا ہے) اس کے بعد امام غزالیؒ نے چھ چیزیں ذکر فرمائی ہیں، اور چوتھی چیز ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلرَّابِعُ تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِ مِنَ الشَّرِّ "یعنی چوتھی چیز جس کی وجہ سے کسی کی برائی ذکر کرنا جائز ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو (کسی کے) شر سے بچانا مقصود ہو، پھر اس کی مثال دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: فَاِذَا رَاَيْتَ مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ اَوْ فَاسِقٍ وَخِفْتَ اَنْ تَتَعَدّٰى اِلَيْهِ بِدْعَتُهٗ وَفِسْقُهٗ فَلَكَ اَنْ تَكْشِفَ لَهٗ بِدْعَتَهٗ وَفِسْقَهٗ مَهْمَا كَانَ الْبَاعِثُ عَلَيْهِ مِنْ سَرَايَةِ الْبِدْعَةِ وَالْفِسْقِ لَا غَيْرَ وَذٰلِكَ مَوْضِعُ الْغُرُوْرِ اِذْ قَدْ يَكُوْنُ الْحَسَدُ هُوَ الْبَاعِثُ وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ ذٰلِكَ بِاِظْهَارِ الشَّفْقَةِ عَلَى الْخَلْقِ "یعنی جب تو کسی کو دیکھے کہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

وَالتَّاسِعُ فيه ایضاً وَكُلُّ هٰذَا يَرْجِعُ اِلَى اسْتِحْقَارِ الْغَيْرِ وَ الضِّحْكِ عَلَيْهِ وَالْاِسْتِهَانَةِ بِهٖ وَالْاِسْتِصْغَارِ لَهٗ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دین سیکھنے کے لئے کسی بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہو اور تجھے ڈر ہے کہ اس کی بدعت کا اثر اس کو پہونچ جائے گا، تو تیرے لئے جائز ہے کہ اس کی بدعت اور فسق کو بیان کردے، بشرطیکہ اس کا باعث یہی ہو کہ تو اسکو بدعتی استاد کی بدعت اور فسق سے بچانا چاہتا ہے، اور واضح رہے کہ اس جگہ دھوکا بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ بعض مرتبہ اس کا باعث حسد ہوتا ہے.... اور شیطان تلبیس کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ یہ غیبت جائز ہے، کیونکہ اس میں مخلوق پر شفقت ہے، حالانکہ مقصود شفقت نہیں ہوتی ہے بلکہ حسد اس کا باعث ہوتا ہے۔

ل۵ احیاء العلوم کی یہ عبارت آفاتِ لسان میں سے آفت نمبر ۱۱ مسخریہ اور استہزاء کے مضمون کے ختم کے قریب ہی "مسخریہ" مذاق اڑانے کو کہتے ہیں، یہ بھی سخت گناہ ہے، اور مسخریہ اور استہزاء کا مطلب بیان کرنے کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وَكُلُّ هٰذَا يَرْجِعُ اِلَى اسْتِحْقَارِ الْغَيْرِ وَالضِّحْكِ عَلَيْهِ وَالْاِسْتِهَانَةِ وَالْاِسْتِصْغَارِ لَهٗ "یعنی جب کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو اس میں اس کو حقیر جاننا اور اس پر ہنسنا اور اس کی ذلت کرنا اور اس کو چھوٹا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے ۱۲

وَاَمَّا مِنَ الْحِکَایَات

فَالْعَاشِر: رَوٰی الْبُخَارِیُ فِی کِتَابِ التَّفْسِیْرِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ

لہ حضرت امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر ص ۶۸۷ ج ۲ (باب قولہ واذ قال موسیٰ لفتٰہ) میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ نوف بکالی کہتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے جو موسیٰ ؑ تشریف لے گئے، وہ بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے، یہ سُنکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہت سخت ناگواری ہوئی، اور انھوں نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا۔ اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی، جس میں صاف تصریح ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے جانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہی تھے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے، حضرت ابن عباسؓ نے جو نوف بکالی کو عدوّ اللہ یعنی اللہ کا دشمن کہہ دیا اس کے بارے میں شارح کرمانی فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ غصہ میں سختی کے طور پر کہہ دیا، ورنہ نوف بکالی اچھے مؤمن اور مسلم تھے، یہ حدیث امام بخاریؒ نے کتاب العلم، ص ۲۳ ج ۱ میں بھی نقل کی ہے، وہاں حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو نوف کو عدو اللہ کہا یہ زجر یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے طریقہ پر ہے، ورنہ نوف مؤمن آدمی تھے، اور اہلِ شام کے امام تھے، شارح ابن التین نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نوفؒ کو اللہ کی ولایت سے بالکل نکال دیں یعنی کافر بنا دیں بلکہ بات یہ ہے کہ علماء کے قلوب جب حق کے علاوہ کچھ سنتے ہیں تو اُن کو تنفر ہوتا ہے، اور (جوش میں) اس طرح کے کلمات زجر و توبیخ کے طور پر کہے جاتے ہیں

(۱۸۲۱ ... حصہ ۱۰، نمبر ۱، ... ہوئی)

جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبَکَالِیَّ یَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰی صَاحِبَ الْخِضْرِ لَیْسَ مُوْسٰی صَاحِبَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَذِبَ عَدُوُّ اللّٰہِ الخ فِی الْحَاشِیَۃِ عَنِ الْکِرْمَانِیْ قَالَہٗ تَغْلِیْظًا فِیْ حَالَۃِ الْغَضَبِ وَاِلَّا فَھُوَ کَانَ مُؤْمِنًا مُسْلِمًا حَسَنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَاَیْضًا فِی الْحَاشِیَۃِ فِیْ کِتَابِ الْعِلْمِ، بَابُ مَا یُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ الخ عَلٰی قَوْلِہٖ عَدُوُّ اللّٰہِ قَالَ الْعُلَمَاءُ ھٰذَا عَلٰی سَبِیْلِ الزَّجْرِ وَاِلَّا لَکَانَ مُؤْمِنًا اِمَامًا لِاَھْلِ دِمَشْقَ، قَالَ ابْنُ التِّیْنِ لَمْ یُرِدِ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْرَاجَ نَوْفٍ عَنْ وِلَایَۃِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ قُلُوْبَ الْعُلَمَاءِ تَنْفِرُ اِذَا مَا سَمِعَتْ غَیْرَ الْحَقِّ فَیُطْلِقُوْنَ اَمْثَالَ ھٰذَا الْکَلَامِ لِقَصْدِ الزَّجْرِ وَحَقِیْقَتُہٗ غَیْرُ مُرَادِہٖ الخ،

المسائل

ان دلائل عشرہ سے یہ مسائل ثابت ہوتے :۔

<u>اوّل</u>: بدون حجت شرعیہ کے کسی کی طرف خصوصًا مؤمن کی طرف کسی قول یا فعل قبیح کا منسوب کرنا بہتان اور صریح گناہ ہے، اور خصوص درخصوص کسی امر مبطن مثل نیت وغیرہا پر حکم کرنا، حدیث ھلّا[1]

---

[1] حضرت اسامہؓ نے ایک مرتبہ جہاد کے موقعہ پر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا،

(باقی برصفحہ آئندہ)

شَقَقۡتَ قَلۡبَہٗ اسی پر تنبیہ ہے،

دُوم: بعد ثبوتِ شرعی بھی بدونِ ضرورت شرعیہ اس کا تذکرہ کرنا جبکہ منسوب الیہ کو ناگوار ہو، غیبت حرام اور معصیت ہے،

سُوم: البتہ ضرورتِ شرعیہ سے اس کی اجازت ہے، اور منجملہ ان ضرورتوں کے کسی مسلمان یا مسلمانوں کو ضرر سے بچانا بھی ہے، خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا دینی،

چہارم: لیکن اس ضرورتِ مذکورہ سے بھی تذکرہ میں یہ واجب ہے کہ لعن طعن و تمسخر و استہزاء اور دشنام اور فحش الفاظ سے خصوصاً ایسے کلمات سے جو عرفاً کفار و فساق کے حق میں استعمال کئے جاتے ہیں احتراز کیا جاوے، اگر دلیلِ شرعی سے کسی قول و فعل پر رد اور نکیر کرنا ہو تو حدودِ شرعیہ کے اندر علمی عبارات کا استعمال کرے، مثلاً فلاں امر بدعت ہے، معصیت ہے، باطل ہے، وامثالہا، جیسے میں کانگریس کی شرکت بہیئتِ کذائیہ کو معصیت اور اس کے اجتہادی ہونے کو باطل کہا کرتا ہوں، جس کی بالکل اخیر میں کسی قدر تفصیل بھی معروض ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حالانکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا جب حضور اقدس ؐ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟ اس پر انھوں نے کہا کہ اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ فَهَلَّا شَقَقۡتَ عَنۡ قَلۡبِهٖ کہ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل سے اسلام قبول کر رہا ہے یا جان بچانے کے لئے پڑھ رہا ہے[۱] (اور دل چیرا

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹۹/۲۲ [illegible]

[illegible] ۱۲)

پنجم: البتہ انتقام میں یہ بھی جائز ہے دو شرط سے، ایک یہ کہ بالمثل ہو، دوسری یہ کہ وہ امر مماثل کسی مستقل دلیل علی الاطلاق سے ناجائز نہ ہو، مثلاً زید نے عمرو کے والد یا استاذ یا شیخ کو بُرا کہا تو عمرو کو انتقام کے وقت یہ جائز نہیں کہ وہ زید کے بزرگوں کو بُرا کہے،

ششم: لیکن اگر غضب للدین کے غلبہ میں احیاناً بلا اختیار کوئی ایسا لفظ نکل جاوے تو معذور سمجھا جاوے گا، جیسے حضرت عباسؓ نے نوف بکالی کو عدو اللہ کہہ دیا،

ہفتم: معصیت ہر حال میں معصیت ہی، حُسنِ نیت دافعِ معصیت نہیں ہوتی، یعنی تحسینِ نیت سے وہ مُباح یا طاعت نہیں ہوجاتی آیات و روایات مرقومۂ بالا کا اطلاق اس کی کافی دلیل ہے، مگر اس کی تنویر کے لئے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی ایک ارشاد فرمودہ مثال یاد آگئی، کہ اگر کوئی شخص ناچ و رنگ کی محفل اس نیت سے منعقد کرے کہ نمازی اذان سنکر تو آتے نہیں ناچ دیکھنے کے واسطے جمع ہوجاویں گے، پھر سب کو مجبور کر کے نماز پڑھوادوں گا، تو کیا کوئی شخص اس نیت سے ناچ کرانے کو جائز کہہ سکتا ہے؟ بلکہ معصیت میں طاعت کی نیت قواعدِ شرعیہ کی رُو سے زیادہ خطرناک ہے، جیسے حرام چیز پر بسم اللہ کہنے کو فقہاء نے قریب بکفر کہا ہے،

تفریع: امید ہے کہ ان کلیات سے سب جزئی سوالات کا جواب ہوگیا، الحمد للہ ان جوابوں میں اس آیت پر عمل نصیب ہوگیا وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ الآیۃ۔

ازالہ شبہ موعودہ مسئلہ چہارم

حامیانِ کانگریس میں سے بعض حضرات اس اشتراک کو استاذی حضرت مولانا دیوبندیؒ کا اتباع سمجھتے ہیں، اور بعض حضرات اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی کے خیال کرتے ہیں، سو میرے نزدیک یہ دونوں خیال محض غلط ہیں، حضرت مولانا کا اشتراک مصالحت تھا نہ کہ متابعت، یعنی اس وقت تحریک خلافت نہایت قوت پر تھی، جس سے حضرت مولانا کو قوی امید تھی کہ حکم اسلام کا غالب ہوگا، اور ہم لوگوں کا خیال قرائن اور وجدان سے اس کا عکس تھا، سو یہ اختلاف محض رائے کا اختلاف تھا، اور مثل اختلاف حنفی و شافعی کے اجتہادی تھا، اس اشتراک میں متابعت کے شائبہ کا وہم بھی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت کسی شعارِ اسلامی کے ضعیف یا کسی شعارِ کفر کی قوت کا ذرا شبہ بھی ہوتا تھا فوراً اس پر نکیر شدید فرماتے چنانچہ مشاہدہ متواترہ اس کا شاہد ہے، بخلاف اس وقت کی حالت کے کہ اب کانگریس کی قوت سے کفر و شرک کا حکم غالب ہے، اس کی ہر تجویز سے موافقت و مداہنت کی جاتی ہے، اس وقت کا اشتراک بصورت ادغام بالکل متابعت ہی ہے جو کہ ناجائز ہے، اس لئے مسلمانوں کو اپنی تقویت اور تنظیم مستقل لازم ہے، تاکہ اس کے بعد جو اشتراک ہو وہ مصالحت ہو

متابعت نہ ہو،

خلاصہ یہ کہ اشتراک ایک لفظ مشترک ہے، مگر اس کے دو فردوں کا یعنی مصالحت و متابعت کا حکم جدا جدا ہے، پس حقیقی امتیاز کے بعد محض لفظی اشتراک سے اشتباہ نہ ہونا چاہیئے، وفی مثل ھٰذا قال العارف الرومیؒ سہ

کارِ پاکاں[۱] را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ہر دو[۲] گوں زنبور خوردند از محل
لیک شد زاں نیش و زاں دیگر عسل

ہر دو[۳] گوں آہو گیاہ خوردند و آب
زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکناب

---

[۱] پاک حضرات کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس مت کر، اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں، (لیکن شیر آدمی کو کھاتا ہے، اور شیر یعنی دودھ کو آدمی استعمال کرتا ہے،

[۲] دونوں بھڑوں نے ایک جگہ سے کھایا...... لیکن ایک سے (صرف) زہریلا ڈنک بنا، اور دوسرے سے شہد حاصل ہوا،

[۳] دو قسم کے ہرنوں نے گھاس کھائی اور پانی پیا، (لیکن) اس میں ایک کا پاخانہ بنا اور دوسرے کا مشک بنا،

ہر دو نے خور دند از یک آب خور[1]
آں یکے خالی و آں پُر از شکر
صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں[2]
فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
جز کہ صاحب ذوق نشنا سد طعوم[3]
شہد را ناخوردہ کے داند زموم

والسلام خیر ختام

تمت رسالۃ شوق الغین

۱۵ رصفر ۱۳۵۷ھ

ف۱ دونوں بانسوں نے ایک ندی سے پانی پیا، (لیکن ایک اندر سے) خالی ہے اور دوسرا شکر سے بھرا ہوا ہے،

ف۲ اس طرح کی لاکھوں نظیریں دیکھ لے اور ایک نظیر میں دوسری نظیر کے مقابلہ میں ستر سال کا فرق ہے،

ف۳ صاحبِ ذوق کے علاوہ مزوں کو دوسرا شخص نہیں پہچان سکتا جس نے شہد نہ کھایا ہو وہ موم (اور شہد کا فرق) کیا جانے ،

اشرف السوانح جلد سوم سے ایک اقتباس

ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہم ایک جلسہ کی شرکت کے سلسلہ میں تھانہ بھون پہونچے اور فرصت نکال کر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے ملاقات کرنیکے لئے خانقاہ امدادیہ میں بھی تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے پیچھے نماز بھی پڑھی اور بڑی شگفتگی کے ساتھ ملاقات رہی تھانہ بھون کے جلسہ سے فارغ ہوکر جب یہ اکابر کاندھلہ پہونچے تو کسی نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے دریافت کیا کیا مولانا اشرف علی صاحب کے پیچھے نماز درست ہے؟ اس پر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا یہ کیا واہیات سوال ہے؟ اس کے بعد حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی شان میں بہت بلند کلمات ارشاد فرمائے اور ایسی تعریف فرمائی کہ بعض سیاسی لوگ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے بھی بدگمان ہوگئے۔ یہ واقعہ اشرف السوانح جلد سوم میں رسالہ حکایات الشکایات کے تتمہ کے طور پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے الفاظ میں اس طرح مذکور ہے

"مضمون ۲۷ تتمہ سابق، جواب زبانی مولانا حسین احمد صاحب خادم ورفیق مولانا حضرت دیوبندیؒ بوقت جلسہ تھانہ بھون اس میں مولانا کفایت اللہ

صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی
شریک ہوئے تھے۔ اور سب حضرات نے اپنے کرم سے خود تشریف
لاکر اس ناکارہ کو اپنی زیارت وخاص عنایات سے مشرف کیا تھا پھر
یہاں سے کاندھلہ جاکر جب مولانا حسین احمد صاحب سے میری امامت
کے متعلق کسی نے پوچھا تو فرمایا کیا واہیات سوال ہے ہم تو اس کو ایسا
ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دوسرے بڑوں کو۔ پھر جلسہ عام میں بھی اور بہت
باتیں اپنے حسن ظن سے فرمائیں جس کو میں نے اس لئے نقل نہیں کیا کہ
شاید کچھ الفاظ میں تغیر ہو جائے بہت حضرات کاندھلہ ان کے سننے
والے موجود ہیں۔ اور اتنا کچھ فرمایا کہ بعضے کمیٹی والے خود ان سے بدگمان
ہو گئے۔

اشرف السوانح جلد سوم ص ۳۵۷
ناشر ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز
ریلوے روڈ لاہور

خاتمۃ الرسالہ

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہما کے وہ ارشادات جو باہمی ایک دوسرے کے متعلق تھے ہم نے اس رسالہ میں جمع کر دیئے ہیں، ...

درحقیقت دونوں حضرات نے اس زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اُس کردار کی یاد تازہ کر دی جو باہمی اختلاف اور مشاجرات کے مواقع میں انھوں نے اُمت کے سامنے پیش کیا، اور جدال و قتال کے باوجود ایک نے دوسرے کا احترام ملحوظ رکھا، اور فریقِ مخالف کے فضائل و مناقب برملا تسلیم کئے، بلکہ خود بیان کئے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ اُسوۂ حسنہ ہم سب کے لئے لائقِ تقلید ہے، جس پر مذکور الصدر ہر دو بزرگوں نے عمل کر کے دکھایا،

بات یہ ہے کہ جہاں اختلاف میں اخلاص ہوگا اور اللہ کی رضا مقصود ہوگی وہاں اختلاف باعثِ رحمت ہوگا، اور ہر فریق کو چونکہ اپنی آخرت پیش نظر ہوگی، اور وہاں کے حساب و کتاب کا ڈر لگا ہوگا، اس سے کسی طرح کا کوئی قول و عمل ایسا سرزد نہ ہوگا جو باعثِ ظلم و زیادتی ہو، اور آخرت میں مواخذہ کا سبب بنے،

جن حضرات کو اللہ نے دینی سمجھ دی ہے، اور جن کو نجاتِ آخرت

کی سچی طلب ہو وہ اپنی ذرا ذراسی بات کا اور ہر حرکت و سکون کا جائزہ لیتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات زبان یا قلم سے نہ نکلے جس کی وجہ سے آخرت میں نیکیاں دینی پڑیں اور دوسرے کی بُرائیاں اپنے سر لینی پڑیں، تہمت لگانا، گالی دینا، مذاق اُڑانا، نقل اُتارنا، غیبت کرنا، آگے پیچھے کوئی ایسی بات کہنا جس سے دل دکھے، یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن سے دنیا میں نفس کو مزہ آتا ہے، لیکن میدانِ قیامت میں یہ چیزیں وبال ہوں گی، جن لوگوں پر دنیا میں تہمتیں لگائیں، غیبتیں کیں اور دل دکھایا، اُن کو جب نیکیاں دلائی جائیں گی اور نیکیاں ختم ہونے پر اُن کے گناہ سر ڈالے جائیں گے، تو اس تھوڑے سے مزہ کے انجام کا پتہ چلے گا،

جو لوگ اللہ والے ہیں وہ ایسی غلطی کبھی نہیں کر سکتے کہ کسی کے حق میں بے سر و پا باتیں کرکے، اور غیبتیں کرکے اپنی کی ہوئی نیکیاں دوسروں کو دلا دیں، اور اُن کے گناہ اپنے سر لے لیں،

حضرت حکیم الامت اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہما تو اپنے نفس و زبان پر قابو کرکے اور فریقِ مخالف کا اکرام و احترام دل سے اور زبان سے کرکے دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن بے احتیاط منتسبین کو دیکھا جاتا ہے کہ جس سے اپنے کو عقیدت ہو اس کی تعریف کرکے دوسرے بزرگ کی غیبت اور عیب جوئی بھی ساتھ ساتھ کرتے ہیں، دوسرے بزرگ کا نام کوئی اور آدمی اکرام و احترام کے ساتھ لے تو یہ بھی گوارا

نہیں کرتے، اور اپنے بزرگ کی تعریف کی تکمیل اسی میں سمجھتے ہیں کہ دوسرے بزرگ کی خوب دل کھول کر برائی بیان کریں، بلکہ تہمت باندھیں اور ناکردہ گناہ اس کے سر منڈھ دیں،

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنے رسالہ شق اللبین میں آیات واحادیث درج کی ہیں، اور احیاء العلوم کی جن عبارتوں کو پیش فرمایا ہے ان سے صاف ظاہر ہے کہ تہمت لگانا، گالی گلوچ کرنا کسی کی ہنسی اڑانا غیبت کرنا، برے القاب سے یاد کرنا سخت گناہ ہے، اگر کسی نے ہمارے حق میں ایسا کیا ہو تو ہمارے لئے بہتر تو یہی ہے کہ معاف کردیں، اور بدلہ لینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ بدلہ اسی قدر ہو جس قدر دوسری جانب سے زیادتی ہوئی ہو اگر ہم نے زیادتی کردی، مثلاً اس نے ہمارا واقعی عیب بیان کیا (جو نہ بیان کرنا تھا) اور ہم نے اس پر جھوٹی تہمت رکھدی، یا اس نے ایک گالی دی ہم نے دو گالیاں دیدیں، تو زیادتی کرنے والا مجرم ہو جائے گا،

اگر کسی نے ہمارے کسی بزرگ کو کچھ کہدیا تو ہم کو اس کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے کہ ہم اس کے بزرگ کو کچھ کہدیں،..... جس کو کہا ہے وہی بدلہ لے سکتا ہے، اس کے معتقد کو بدلہ لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ زیادتی اس معتقد پر نہیں ہوئی، زبان کا جسم چھوٹا سا ہے، لیکن اس کا جرم بہت بڑا ہے، ذرا سی بے احتیاطی سے زبان کے ذریعہ دوزخ میں لیجانے والے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں، جس طرح کھانے پینے میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ میرے اندر کیا جا رہا ہے حرام ہے یا حلال، اسی طرح یہ

دیکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کیا نکل رہا ہے، کوئی نیکی کا کلمہ ہے، جو باعثِ اجر و ثواب ہو، یا بُرا کلمہ ہے جو باعثِ وبال و عذاب ہے،

جو حضرات اپنی زبان اور قلم کو قابو میں رکھنا چاہتے ہیں اُن کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے، اور جن کو معلوم ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے میں کیا دشواری پیش آتی ہے، وہی دوسرے کے تقویٰ کی قدر کرسکتے ہیں، اور اس کی قیمت پہچان سکتے ہیں، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ "مولوی حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے آدمی ہیں باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلافِ حدود اُن سے نہیں سُنا گیا"، بہت بڑی گواہی ہے، سیاست کی دنیا تو آجکل جھوٹ، فریب، تہمت، غیبت کا نام ہے، جو شخص سیاست میں عظیم لیڈر ہو، کفار و فساق سے جس کا واسطہ پڑتا ہو، مخالفین کی باتیں جس کے کانوں میں گونجتی ہوں وہ پاک و صاف گذر جائے، اور ایک کلمہ بھی کسی کے حق میں حدود کے خلاف نہ کہے یہ معمولی بات نہیں ہے،

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے جب کسی نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحؒ نے حضرت شیخ الہند رحؒ کے خلاف گورنمنٹ برطانیہ سے مخبری کی تھی، اور مولانا تھانوی رحؒ سی آئی ڈی کا کام کرتے تھے تو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے اس کی بہت زوردار تردید فرمائی، اور حضرت مولانا تھانوی رحؒ کے بھائی کا باوجودیکہ محکمہ سی آئی ڈی سے منسلک ہونا محقق تھا لیکن پھر بھی یہ نہیں فرمایا کہ مولانا تھانوی رحؒ کے بھائی نے مخبری کی

بلکہ احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ارشاد ہوا کہ "انھوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں"

دورِ حاضر میں کسی نہ کسی جگہ الیکشن ہوتا رہتا ہے، الیکشن کیا ہے، عذاب ہی، اپنے امید وار کو جتانے کے لئے دوسرے فریق کے معاونوں کو قتل تک کر دیتے ہیں، اور تہمت لگانا، غیبت کرنا، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اخبارات میں مخالف امیدوار کے عیوب شائع کرنا، جلسوں میں کیچڑ اچھالنا سب حلال سمجھا جاتا ہے، یہ نہیں جانتے کہ حساب کا دن بھی ہوگا، اور وہاں ہر ایک کا سب کچا چٹھا سامنے آئے گا، جو تہمت لگائی وہ ثابت کرنی ہوگی، ورنہ عذاب بھگتنا ہوگا، جو غیبت کی اس کے عوض نیکیاں دینی ہوں گی، اور دوسرے کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے، اور جس کو قتل کر دیا وہ قاتل کی پیشانی اور سر پکڑے ہوئے آئے گا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا کہ اے رب اس نے مجھے قتل کیا، اسی طرح فریاد کرتے ہوئے اس کو عرش کے قریب کر دے گا،[۱]

یہ قتل وخون اور تہمت وغیبت، دشنام طرازی، مکر اور جھوٹ، فریب اور دغا کس لئے ہے؟ اس لئے کہ ہمارا امید وار جیت جائے!

اوّل تو ضروری نہیں کہ تمھارا ہی امیدوار جیتے گا، اگر جیت ہی گیا

---

[۱] ترمذی ۱۲

تو کرسی اور سیٹ اس کو ملے گی، تم اس کی دنیا کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو؟ یہ غور کرنے کی بات ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

من شر الناس منزلۃ یوم القیٰمۃ عبد اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ۔ (ابن ماجۃ عن ابی امامۃ)

یعنی قیامت کے دن بدترین حیثیت اس شخص کی ہوگی جس نے دوسرے کی دنیا کی وجہ سے اپنی آخرت تباہ کردی۔

بعض لوگ اس لئے اپنے امیدوار کی مدد کرتے ہیں کہ یہ کامیاب ہوگیا تو ہم کو اس سے فائدہ پہنچے گا، لیکن اگر کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا اور کامیاب ہو کر حقیر دنیا کا کچھ فائدہ اس نے پہونچا بھی دیا تو اس کی تلافی کیسے ہوگی جو اس کی معاونت میں دوسروں پر تہمتیں لگائی ہیں اور غیبتیں کی ہیں، اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے، آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے والے ہی نہیں رہے، دنیا کی محبت نے ہر قسم کے گناہوں میں لگا رکھا ہے، اور تباہی کو بہتر جان رہے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ بھی الیکشن کے لئے دورے کرتے تھے، جلسوں میں جاتے اور تقریریں فرماتے تھے، لیکن اپنی آخرت کے بارے میں اس قدر بیدار تھے کہ قابلِ مواخذہ کوئی چیز زبان پر نہیں آنے دیتے تھے، اور مالیات کے بارے میں بھی صاف نکل جاتے تھے، کسی کا کوئی حق اپنے ذمہ

رکھنے کے ہرگز روادار نہ ہوتے، حضرت الحاج امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا مانجھا ہوا شخص، حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا نکھارا ہوا طالب علم، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا لاڈلا خادم اور مالٹا جیل کا رفیق، مسجدِ نبوی (علی صاحبہ وسلم) کا مدرس جیسا ہونا چاہئے تھا حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی تھے، ایسے حضرات کو سیاست میں حصہ لینا زیبا ہے،"

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ اس زمانہ میں دیوبند سے فارغ ہوئے جس وقت کے بارے میں کہتے ہیں کہ دربان سے لے کر شیخ الحدیث تک ہر شخص صاحب نسبت تھا، انھوں نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، اُن کی نگرانی میں طالب علمی ہی میں فتاویٰ لکھے، آپ بلاشبہ فتویٰ میں امام .... اور تقویٰ میں مقتدیٰ تھے، اخلاص وللہیت کے پیکر تھے، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے شاگرد بھی اور بہت زیادہ معتقد بھی، حضرت الحاج امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل اور خاص منظورِ نظر تھے، حضرت قطب الارشاد قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ تھے قرآن وحدیث پر وسیع نظر تھی، فقہ وفتاویٰ کی کتب کو سامنے رکھکر ہر جزئیہ کو تولنے والے تھے، اور اپنی رائے میں جو حق ہو اس کو بلاخوف لومۃ لائم کہنے اور لکھنے والے تھے، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی حیات ہی میں اس بات کے مخالف تھے کہ ہندوؤں کو ساتھ لگا کر انگریزوں کو نکالنے کے لئے کام کیا جائے، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے جب

عرض کیا گیا کہ مولانا اشرف علی صاحب آپ کے شاگرد ہیں اور آپ کے مخالف ہیں؟ تو فرمایا کہ ہمیں اس کی خوشی ہے کہ ہم میں ایک ایسا آدمی بھی ہے کہ جس رائے کو حق سمجھتا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہے،

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا موقف یہ تھا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے زمانہ میں تحریکِ خلافت خوب زوروں پر تھی، لہٰذا حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کو اسلام کا حکم غالب ہونے کی قوی امید تھی (اگرچہ ہندوؤں کو ساتھ لگا رکھا تھا) اور ہندوؤں سے یہ اشتراک بطور مصاحبت تھا متابعت کے طور پر نہ تھا، اور گو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ حضرت شیخ الہندؒ کی رائے سے بھی متفق نہ تھے (کیونکہ ہندوؤں کے اشتراک سے جو حکومت حاصل ہو اس میں اسلام کا حکم غالب ہونے کی اُن کو امید نہ تھی) لیکن اس کو حنفی و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے تھے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جب حالات نے پلٹا کھایا تو تحریکِ خلافت "دب گئی، اور کانگریس اصل ہو گئی، اور مسلمان اس کے ساتھ بطور متابعت کے لگ گئے، اور گویا اس میں مدغم ہو گئے، لہٰذا حضرت حکیم الامتؒ کے نزدیک ہندو مسلم اشتراک غلط ہو گیا اور امر اجتہادی نہ رہا، جیسا کہ رسالہ "شق الغین" میں ظاہر فرمایا ہے، لیکن حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اختلاف کو خطاءِ اجتہادی ہی فرماتے رہے، جیسا کہ ریاض احمد صاحب قاسمی لاہوری کے نام ربیع الاول ۱۳۶۰ھ میں تحریر فرمایا ہے، اُس وقت حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ

کی وفات کو آٹھ سال گزر چکے تھے،

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے بعد ہندو مسلم اشتراک امر اجتہادی نہ رہا یہ بھی.......... ایک امر اجتہادی ہے، اسی لئے حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے رسالہ شوق الغین میں فرمایا ہے کہ "بعض حضرات اس اشتراک کو استاذی حضرت مولانا (شیخ الہند) دیوبندی کا اتباع سمجھتے ہیں، اور بعض اصحاب اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی کے خیال کرتے ہیں، سو میرے نزدیک یہ دونوں خیال غلط ہیں" اس میں لفظ "میرے نزدیک" کا اضافہ جو ہے وہ یہی بتارہا ہے کہ میری رائے میں یہ اختلاف حنفی شافعی جیسا نہیں رہا، بلکہ اس اشتراک کا غلط ہونا واضح ہے، وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی مستقل اپنی تنظیم ہو، جس کا ہندو لوہا مانیں، اور اس کے بعد ہندوؤں سے اشتراک کرنا ہو تو بطور متابعت کے نہ ہو بطور مصالحت کے ہو، انگریزوں کی وفاداری مقصود نہ تھی، اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا موقف یہ تھا کہ ہندو مسلم مل کر جب تک کام نہ کریں گے انگریز ہندوستان نہ چھوڑیں گے، اور کانگریس ہی چونکہ طاقتور جماعت ہی جو انگریزوں کے مقابلہ میں کام کر رہی ہے اس لئے اس کا ساتھ دینا چاہئے،

یہ تو دونوں بزرگوں کی رائیں تھیں، جن کی اشاعت ہوتی رہی، لیکن حدود سے تجاوز کرنے والوں اور کیچڑ اچھالنے والوں نے کسی کو

نہ بخشا، کانگریسی ذہن کے لوگ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو انگریز پرست اور ان کا ٹوڈی اور جاسوس کہتے تھے، اور دوسرے مزاج کے لوگ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو اور آپ کے رفقاء کو شیخ الہنود اور شیخ الاصنام یا جہاشہ یا اجودھیا باشی کہتے تھے، (مدنی کی جگہ یہ لفظ بولتے تھے تاکہ نسبتِ مدینہ العیاذ باللہ سلب کرلیں، اللہ اللہ! جس نے سالہا سال مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں درس دیا ہو اس کی نسبتِ مدنی کو فساق و فجار سلب کر سکتے ہیں ؟) اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہندوؤں کے ہاتھ بک گئے، اور اتنی اتنی رقمیں کھا گئے،

جب اختلاف بہت شباب پر تھا اور لیگی اور کانگریسی مسلمان آپس میں سخت متنفر تھے، اور ایک بزرگ کے معتقد دوسرے بزرگ کو برائی سے یاد کرتے تھے، ایسے موقعہ پر ہر فریق کو جوڑنے والے اور ہر ایک بزرگ کا مرتبہ سمجھانے والے اور ہر ایک کے کمالات بیان کر کے باہمی نفرت اور وحشت کی خلیج کو کم سے کم کرنے والے جو حضرات تھے اُن میں حضرت مولٰنا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ اور حضرت مرشدی شیخ الحدیث مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کا اسم گرامی سرِفہرست آتا ہے،

اسی زمانہ میں حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے "الاعتدال فی مراتب الرجال" لکھی، جس میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ اور

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی علمی وعملی اور ظاہری وباطنی حیثیت کو اجاگر کیا گیا، اور بتایا گیا کہ اختلاف کوئی نیا اختلاف نہیں ہے، اس سے پہلے بھی مخلصین میں اختلاف رہا ہے، اس اختلاف کو بنیاد بنا کر کسی کے حق میں کسی طرح کی بدگوئی کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے،

الاعتدال ۱۳۵۷ھ ہجری میں لکھی گئی تھی اور چالیس ۴۰ سال بعد حضرت والا نے احقر کو حکم دیا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہما نے جو ایک دوسرے کے بارے میں عقیدت واحترام کے طور پر فرمایا یا لکھا ہے اس کو جمع کر دیا جائے، احقر نے حسب الحکم متعلقہ کتب دیکھیں، جو چیزیں ملیں سپرد قلم کر دیں،

پاکستان میں سات سال پہلے جو الیکشن ہوا تھا اس موقعہ پر وہاں دو جمعیتیں بن گئی تھیں، ایک میں حضرت تھانویؒ کے منتسبین جمع تھے اور دوسری کے کرتا دھرتا حضرت مدنیؒ سے عقیدت رکھنے والے، اور ان لوگوں میں پرانی بدمزگی لوٹ آئی تھی، اور باہمی ناگوار کلمات کا زبانی اور تحریری مبادلہ ہو چلا تھا، اس وقت سے دل چاہتا تھا کہ ایسی کوئی کتاب لکھی جائے جو پھر سنبھالا دے، اور جس میں ہر فریق کے سامنے دونوں بزرگوں کے احترام اور عقیدت کی باتیں آجائیں، اور اختلاف کو حدود میں رکھنے کی تلقین کی جائے، فالحمد للہ، اللہ جل شانہٗ نے حضرت الشیخ دام ظلہم کے قلب مبارک

میں بات ڈالی اور احقر جمع و ترتیب کا ذریعہ بن گیا،
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا ،

العَبْدُ الفَقِیْرُ

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ

المَدِیْنَۃُ المُنَوَّرَۃ ،

۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۹۷ھ

ضمیمۂ اُولیٰ

تقسیم سے غالبًا ایک سال قبل آٹھ ذی الحجہ کی شام کو خانقاہِ رحیمیّہ رائے پور میں عجیب پُر فضا منظر تھا کہ اس وقت خانقاہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے،

دورانِ گفتگو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ میں اس کا اہتمام کرتا ہوں کہ لباس میں اُس کپڑے کا استعمال کروں جو دیسی سُوت سے دیسی ساخت میں بنایا گیا ہو، اس پر حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا ابھی حضرت موسم سرما میں تو ہم بھی آپ کے ساتھ موافق ہوتے ہیں، البتہ گرما میں یہ موافقت مہنگی پڑتی ہے، اس پر حضرت مدنیؒ نے اپنا ایک قصّہ بیان فرمایا:

"ایک دفعہ میں سہارنپور سے بذریعہ ریل تھانہ بھون کا سفر کر رہا تھا، دورانِ سفر میں اُونگھ آگئی، اور گاڑی کا جھٹکا لگنے سے وزنی عمامہ سر سے اُتر کر کھڑکی کے راستہ سے نیچے جا گرا، تھانہ بھون اسٹیشن سے ننگے سر

سیدھا خانقاہِ امدادیہ پہنچا، حضرت تھانویؒ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا کیا ماجرا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں غافل تو ہوں ہی گاڑی میں اونگھ آ گئی، اور معمولی سے جھٹکا لگنے سے عمامہ نیچے گر گیا، یہ سنکر حضرت تھانویؒ گھر تشریف لے گئے اور دیسی ساخت کا پنجاب کے کسی شہر میں بنا ہوا (غالباً ہوشیار پور کا ہوگا) ایک عمدہ سا عمامہ لے آئے اور وہ از راہِ شفقت مجھے عنایت فرمایا، اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ آپ کے مزاج کے مطابق دیسی ساخت کا تلاش کر کے لایا ہوں،

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، حضرت دیسی ساخت کا ہونا کافی نہیں بلکہ دیسی سوت کا بنا ہوا ہونا بھی ضروری ہے، یہ سنکر حضرت تھانویؒ نے فرمایا، معذرت چاہتا ہوں کہ فی الوقت ایسا کوئی کپڑا موجود نہیں،

(بروایت حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہم شیخ الحدیث
جامعہ رشیدیہ ساہیوال، پاکستان)

(مرسلہ؛ مولانا مقبول احمد صاحب،
جامعہ رشیدیہ، ساہیوال)

ضمیمہ ثانیہ

تکملۃ الاعتدال کی دوسری اشاعت کے بعد ماہنامہ "الرشید" لاہور، بابت شوال و ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ ہجری (مدنی و اقبال نمبر) میں جناب مولانا ریاض احمد اشرفی سلمہم اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون بعنوان "حضرت مدنیؒ و حضرت تھانویؒ" نظر سے گذرا حضرت مرشدی شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے اس کو حرف بہ حرف سنا اور تکملہ کے ساتھ ملحق کرنے کا حکم فرمایا لہٰذا حسب الحکم حضرت الشیخ دامت فیوضہم العالیہ بجنسہٖ بطور ضمیمہ تکملہ کے آخر میں مع مختصر تمہید از تذکرۃ الرشید ملحق کیا جارہا ہے،.... واللہ الموفق والمعین

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

حضرت مدنی اور حکیم الامت تھانوی قدس سرہما کے درمیان سیاسی اختلاف تھا، مگر یہ سیاسی اختلاف رُحَمَاءُ بَیۡنَھُمۡ کے منظر پر اثر انداز نہ ہو سکا، ذیل میں اُن دونوں صلحاءِ اُمت کی ملاقات کا ایک منظر پیش کیا جاتا ہے، جو کہ حضرت مولانا الحاج حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی قاسمی

خطیب مسجد عثمانیہ سول لائنز راولپنڈی کا چشم دید ہے، ادارہ جناب حافظ صاحب کا صدق دل سے شکر گذار ہے کہ انھوں نے یہ گراں قدر رُوداد عنایت فرمائی، جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدین،

(ادارۃ الرشید)

آج سے تقریباً چالیس برس پہلے کی بات ہو کہ بندہ آغاز جوانی میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوا تھا، اچانک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر زادہ (جو خانقاہ کے حضرتؒ کی طرف سے منصرم ومہتم ہونے کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اکثر امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں مختار عام کا درجہ رکھتے تھے) حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا "حضرت وہ آگئے حضرت وہ مولوی حسین احمد" (حسین احمد مدنیؒ ٹانڈوی یا فیض آبادی کہا، یہ صحیح یاد نہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ٹھہراؤ اور اطمینان سے فرمایا، کیا تم اپنے مولانا حسین احمد دیو بند (دیوبند) والوں کی بات کر رہا ہے؟ اس پر مولوی شبیر علی صاحب نے اثبات میں جواب عرض کیا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے سرتاسر محبت و شفقت کے انداز میں حامل گھبراہٹ آمیز لہجہ میں فرمایا "کہاں" "کدھر" اتنے میں حضرت مدنیؒ تشریف لے آئے، حضرت تھانویؒ اُٹھ کر بڑے تپاک اور مجسم اخلاص بنے حضرت مدنیؒ کے استقبال کے لئے بڑھے اور بغل گیر ہوتے، بندہ نے اپنی آنکھوں سے جو منظر دیکھا وہ آج چالیس بھیانک سال

بیت جانے کے بعد بھی یوں ہے جیسے یہ ابھی ابھی ان سطور کے رقم کرتے میرے سامنے ہی پیش آیا ہے،

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی فرمائی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اشتیاق و شفقت بھری آنکھوں سے حضرت مدنیؒ کی طرف دیکھتے رہے، جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل ختم ہوا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دوبارہ گلے لگایا، اور حضرت مدنیؒ کا کندھا، پیشانی چوم کر اُن کا ہاتھ اپنے سینہ پر لگایا، اور پھر واپس اپنی نشست پر تشریف لے آئے، اور حضرت مدنیؒ کو اپنے ساتھ سجادہ پر بیٹھنے کا حکم فرمایا، حضرت مدنیؒ سجادہ سے ہٹ کر بیٹھنا چاہتے تھے، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زبان سے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ آپ میرے ساتھ ہی سجادہ پر بیٹھیں، حضرت مدنیؒ نے فوراً تعمیلِ ارشاد کی،

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شکایتاً فرمایا کہ آپ نے بہت زیادتی کی کہ آمد کی پہلے سے اطلاع نہیں کی، بندہ شرمندہ ہے کہ آپ کی آمد کے لئے سواری کا بندوبست کرنے سے قاصر رہا، یا جیسے بھی حالات ہوتے کم از کم عزیزوں کو استقبال کے لئے بھیج دیتا،

اس پر شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، حضرت اپنے گھر میں بھی کوئی اطلاع کرتا ہے، اپنے گھر میں تو ہمیشہ بغیر اجازت اور بغیر اطلاع ہی کے آنا ہوتا ہے،

اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کی سرخی، آنکھوں کی چمک

اور شفقت آمیز لہجہ میں یہ کہنے کی لذت حقیقی طور پر صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جو وہاں موجود تھا، اور زیادہ جو اُن دونوں مسلّم مشائخ کا گرویدہ اور دلدادہ ہو، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "بلا شک وشبہ آپ کی بات درست ہے، اور بندہ تو ہمیشہ سے آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمود الحسن (شیخ الہند) قدس سرہٗ کا قائم مقام اور جانشین سمجھتا ہے"۔

یہ منظر قلم اور گفتگو میں ادا نہیں کیا جا سکتا، اس کی منظر کشی بندہ سے ممکن ہی نہیں، البتہ آج تک اس کی حلاوت آمیز لذت اپنے دل و دماغ میں اسی طرح محسوس کرتا ہوں جس طرح چالیس سال قبل کی تھی،

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کھانے کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت مدنیؒ نے بالکل بے تکلفی اور اپنائیت کے لہجہ میں شلجم کے آنچار (اچار شلجم) اور روٹی کی فرمائش کی، حضرت تھانویؒ نے مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا (ان الفاظ کی تقدیم و تاخیر نہیں رہی غالباً اسی طرح فرمایا تھا کہ) "بڑے گھر سے آنچار، روٹی اور چھوٹے گھر سے لسّی لے آؤ"،

چنانچہ کچھ دیر کے بعد غالباً ایک گھنٹہ بعد یہ سب کچھ آ گیا، میرے اور دوسرے خدام کے دل اس پر للچا رہے تھے کہ شیخین کا پس خوردہ ہمیں بھی اگر مل جائے تو ہمارے لئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ ہوگا، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظام اور ضوابط کے تحت کسی کو لب کشائی اور اس قسم کی کیا بلکہ ہر قسم کی درخواست بلا اجازت قبل از وقت جرأت ہی

نہیں ہوسکتی تھی، لیکن قربان جائیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس مسجد کے عاکف اور جانشین شیخ الہندؒ کے اخلاقِ عالیہ کے، انھوں نے خود ہی حضرت تھانویؒ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو یہ روٹی اور آنچار اپنے ان دو تین "طفیلیوں" کو دیدیا جائے،

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جب اسے اپنا گھر فرمایا ہے تو یہ سب آپ کا ہے میری جانب سے کوئی اعتراض نہیں، تو اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ میں نے صرف اس بناء پر اجازت کے لئے عرض کیا ہے کہ "مہمان کھانے کا مالک نہیں ہوتا اسے اس میں تصرّف کا اختیار نہیں، اسے صرف کھانے کا اختیار ہے اور بقایا میزبان کی ملکیت ہے"

حضرت تھانویؒ اس پر مسکرائے اور خوش دلی سے اجازت بھی مرحمت فرمادی، چنانچہ بندہ کو مع دوسرے دو خدام کے بلوایا گیا، اور یہ تبرک ہمیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمایا، اور پھر یہ بھی ہمیں بتایا جو اوپر عرض کیا،

جب حضرت مدنیؒ نے رخصت چاہی، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے گھر سے عمدہ ململ کی دستار منگوائی، اور حضرت مدنیؒ کو عطا فرمائی حضرت مدنیؒ نے وہ دستار اپنے سر پر رکھ کر اس درخواست کے ساتھ واپس فرمادی کہ حضرت! آپ کے علم میں ہے کہ بندہ نے انگریزی مال کا بائیکاٹ کر رکھا ہے، اسی لئے بندہ استعمال کرنے سے مجبور ہے، اس پر حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح معذرت فرمائی کہ (یہ بھی صرف دیکھنے اور محسوس کرنے سے متعلق ہے کہنے اور لکھنے میں وہ تاثرات نہیں دیئے جاسکتے) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "بھائی معاف کرنا، میں نے جان بوجھکر نہیں کیا، مجھے یہ بات مطلقاً دھیان میں نہیں رہی، مجھ سے سہو ہوگیا"

چنانچہ وہ پگڑی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا شبیر علی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس کردی گئی، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:- "بڑے گھر سے کھدر کی پگڑی لے آؤ" چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ کو یہ کھدر کی پگڑی عنایت فرمائی، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر مبارک آگے کرکے عرض کیا، حضرت آپ خود ہی باندھ دیں، چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے ہی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر پگڑی لپیٹ دی، اور دو روپے ہدیہ بھی دیئے، جو حضرت مدنیؒ نے بڑے ادب کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے لئے، اور انھیں اپنی پگڑی کے ایک حصہ میں باندھ کر سر میں دبالیا، اس کے بعد حضرت تھانویؒ خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون کے باہر تک تشریف لائے، اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بار بار اصرار پر واپس تشریف لے آئے،

اس کے بعد پاکستان بن گیا، اور نیشنلسٹ مسلمانوں اور لیگی مسلمانوں کے مابین نے خود دیوبندی مسلک کے پیروکار مسلمانوں میں

دو دھڑے کر دیئے، اور سرزمینِ پنجاب میں بالخصوص انتہاپسندی کا جذبہ عام ہے، اِلّا ماشاء اللہ،

چنانچہ اسی جذبہ کے تحت میرے بعض دوستوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کی شان میں مسلم لیگ سے اپنے اختلاف کے سبب نہایت نازیبا اور مکروہ کلمات کہنے شروع کئے، جن کا مجھے بے حد صدمہ ہوتا تھا، بندہ نے اسی صدمہ کے سبب حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، جس کے جواب میں حضرت اقدسؒ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کے کچھ اقتباسات بھی پیش خدمت ہیں،

یہ مکتوب گرامی "مکتوبات شیخ الاسلام حصہ دوم کے صفحہ ۲۹۷ پر درج ہے[1]:-

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں ..... بہت بڑا عالم با عمل اور صوفیِ کامل جانتا ہوں، حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ میں گستاخی کرتا ہوں، اور نہ گستاخی کو روا رکھتا ہوں"

"مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ..... بہت بڑے موحد، خدا پرست تھے، تصوف میں اُن کا قدم بہت راسخ تھا"

---

[1] یہ اقتباسات اس کتابچہ میں گذر چکے ہیں ۱۲ مرتب

یہ خط ربیع الاول ۱۳۲۷ھ ہجری میں تحریر فرمایا گیا ہے، یعنی اس خط کو بھی آج تقریبًا اٹھائیس سال ہوتے کو ہیں، یہ تھا وہ تعلق..... اور للّٰہیت جس نے بندہ کو حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہما کا حلقہ بگوش بنادیا،

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَارْفَعْ دَرَجَتَهُمَا وَاحْشُرْنَا مَعَهُمَا تَحْتَ لِوَاءِ نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا عَلَيْهِ اَلْفَ اَلْفَ التَّحِيَّةِ وَالثَّنَاءِ

تقریظ

از حضرت شیخ الحدیث مولانا الشاہ محمّد زکریا صاحب مدظلہ

میں نے یہ رسالہ "تکملۃ الاعتدال" مؤلفہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری سُنا، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے، بہت عرق ریزی سے حضرات شیخینؓ کا کلام یکجا کیا ہے، جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنِّیْ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرَ الْجَزَاءِ،

امید ہے کہ احباب اس کو غور سے پڑھیں گے، جو کج فہم... حضرات شیخینؓ میں سے کسی کے متعلق اپنی کج فہمی کی وجہ سے نامناسب خیالات جمائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اُن کے لئے موجبِ ہدایت بنائے، اور مؤلفِ مذکور کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، فقط

محمّد زکریا کاندھلوی

نزیلِ مدینہ منوّرہ

۱۸ر جمادی الثانیہ ۹۷ھ

تصنیفاتِ عالیہ و تالیفاتِ مبارکہ

برکۃ العصر، قطب العالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی (۱) اپنی تصانیف (۲) اور وہ تصانیف جو حضرت والا کے امتثالِ امر میں حضرت والا کی خواہش کے مطابق حضرت والا کے معتمدین نے حضرت والا کے خزینۂ علم سے استفادہ کرتے ہوئے لکھیں:-

۱- تاریخ مشائخ چشت
۲- خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۳- حکایاتِ صحابہؓ
۴- فضائل ذکر
۵- فضائل نماز
۶- فضائل قرآن مجید
۷- فضائل رمضان
۸- اکابر کا رمضان ضمیمہ فضائل رمضان
۹- فضائل تبلیغ
۱۰- فضائل درود شریف
۱۱- فضائل حج
۱۲- فضائل صدقات - حصہ اول
۱۳- فضائل صدقات - حصہ دوم
۱۴- فضائل تجارت
۱۵- فضائل عربی زبان
۱۶- موت کی یاد
۱۷- تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات
۱۸- مکتوباتِ شیخ بنام اکابرین
۱۹- مکتوبات تصوف
۲۰- مکتوبات علمیہ
۲۱- معارف الشیخ

۲۲- کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۲۳- الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست
۲۴- خوانِ خلیل (ضمائم)
۲۵- قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۲۶- حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۷- تقریر بخاری شریف
۲۸- آپ بیتی (اول تا سات)
۲۹- تاریخ مظاہر العلوم
۳۰- مقدمہ ارشاد الملوک
۳۱- مقدمہ اکمال الشیم
۳۲- داڑھی کا وجوب
۳۳- اختلاف الائمہ
۳۴- رسالہ اسٹرائک
۳۵- شریعت و طریقت کا تلازم
۳۶- اکابر علماء دیوبند
۳۷- فتنۂ مودودیت
۳۸- نسبت و اجازت
۳۹- تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۴۰- نصائح حج و مکتوب گرامی
۴۱- تین مکتوب (اضافات مفیدہ)
۴۲- معمولات رمضان
۴۳- مکاتیب حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ
۴۴- ملفوظات
۴۵- حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت
۴۶- سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ
۴۷- سوانح حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ
۴۸- تذکرۃ الخلیلؒ
۴۹- فتاویٰ خلیلیہ
۵۰- حیات خلیلؒ
۵۱- تکملہ الاعتدال فی مراتب الرجال
۵۲- انعام الباری شرح اشعار البخاری
۵۳- وصایا امام اعظم ابو حنیفہؒ
۵۴- مکتوبات شیخ الاسلام بسلسلۂ مودودیت
۵۵- حقوق الوالدین
۵۶- فضائل صحابہؓ
۵۷- حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ اور تبلیغی جماعت
۵۸- سفرنامۂ افریقہ
۵۹- حضرت شیخ کی دینی فکر
۶۰- تنقید و حق تنقید
۶۱- اکابر کا سلوک و احسان

٦٢- اکابر کا تقویٰ

٦٣- آداب الحرمین

٦٤- ابتدائی اذکار و اشغال برائے متوسلین حضرت شیخ رح

٦٥- فیضِ شیخ

٦٦- مختصر الحزب الاعظم

٦٧- اُمّ الامراض

٦٨- ذکر و اعتکاف کی اہمیت (مجموعۂ رسائل)

٦٩- محبت (جدید ایڈیشن باضافہ)

٧٠- کتاب الصلوٰۃ

٧١- حضرت اقدس رح کے وصال کے بعد

٧٢- محبوب العارفین

٧٣- بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم

٧٤- شجرہ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی

٧٥- فضائل لباس (اردو)

٧٦- فضائل لباس (انگریزی)

٧٧- حضرت شیخ اتباع سنت کی روشنی میں (اردو)

٧٨- " " " (انگریزی)

٧٩- مجالس ذکر

٨٠- صقالۃ القلوب

٨١- سوانح حضرت شیخ رح از مولانا علی میاں

٨٢- الفرقان خصوصی نمبر حضرت شیخ رح

٨٣- خُدّام الدین "

٨٤- چہل حدیث درود شریف

٨٥- منزل برائے دفع سحر

٨٦- معمولات کا پرچہ

عربی تصانیف

٨٧- بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد

٨٨- الکوکب الدری علی جامع الترمذی

٨٩- لامع الدراری علی جامع البخاری

٩٠- اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک

٩١- الابواب والتراجم للبخاری

٩٢- الحل المفہم لصحیح مسلم

٩٣- جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

٩٤- الحظ الاوفر فی الحج الاکبر

٩٥- الشریعۃ والطریقۃ

٩٦- وجوب اعفاء اللحیۃ

٩٧- اہمیۃ التصوف والسلوک فی الاسلام

٩٨- الاستاذ المودودی ونتائج بحوثہ وافکارہ

٩٩- الشیخ محمد الیاس ودعوتہ الدینیۃ

تبلیغی (سیٹ) نصاب ؛ کتبِ سبعہ کا مجموعہ

فضائلِ ذکر * حکایاتِ صحابہؓ * فضائلِ قرآن

فضائلِ نماز * فضائلِ تبلیغ * فضائلِ رمضان

* مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج *

زادِ حج

حج کی سعادت پانے والے حضرات کے لیے گرانقدر تحفہ

۱- فضائلِ حج — ۵- حج کے پانچ دن

۲- مختصر الحزب الاعظم — ۶- ادائیگی عمرہ

۳- نصائحِ حج — ۷- چہل حدیث درود شریف

۴- زبدۃ المناسک — ۸- طواف و سعی کی تسبیح

چند اہم تصنیفات

۱- حیاۃ الصحابہؓ از مولانا محمد یوسف صاحبؒ

۲- امانی الاحبار شرح معانی الآثار ۳- تعلیم الاسلام - مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

۴- آئینۂ نماز از مفتی سعید احمد صاحب مفتیِ اعظم مظاہر علوم

۵- زبدۃ المناسک از حضرت گنگوہیؒ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد - کراچی نمبر ۵